ما فرطنا فی الکتاب من شیء

انہ من سلیمان وانہ

الکلام

کتابِ مبین

مسمّٰی بہ تصنیف شریف عالیجناب مستطاب مقبول حضرت الٰہ ربنا وشیخنا مولانا محمد منظور ... شاہ صاحب

قادری چشتی نظامی ... زاد ... خلف الصدق وجانشین ... عالیجناب ... شاہ ... صاحب

قادری ... خلیفہ حضرت قطب الاقطاب عالیجناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ... صاحب

... حضرت ... شاہ غلام جیلانی صاحب ... [illegible]

یاہو

نحمد اللہ العلی العظیم ۔ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ کہ فیضانِ قدرت کبھی محدود نہیں اور بابِ کمالات وہبی مسدود نہیں۔ ہمارے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم افضل الکرام ہیں ویسے ہی اونکی امت کے لوگ بھی خیر الامم ہیں۔ جیسا بنی اسرائیل میں شریعتِ موسوی قایم رہی اور انبیا مدتوں برابر ہوتے رہے ویسے ہی اس امتِ مرحومہ میں بھی اوسی پایہ کے لوگ برابر ہوتے چلے آئے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہوتے رہینگے۔ گو سلسلۂ وحی نبوت و وحی الامین جنابِ ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو گیا مگر وحی الہام کا القا و ہم آج تک باقی ہے اور باعتبار ظہور تجلیات احکام شرعیہ گو محدود ہو گئے مگر باعتبار عالم حقیقت ابتک ویسے ہی جاری ہے۔ یہ واسطہ الہامی کلام ابدالآباد باقی رہیگا۔ اور مومنین کو فیضانِ الٰہی ہمیشہ ہوتا رہیگا اسکا مصداق یہ بے نظیر الہامی کلام ہے جسکا نام مثنوی مقدس الکلام ہے جسکو مصنف عالیجناب نے بفضل اللہ تعالیٰ صرف چند مہینوں میں نظم فرمایا تصنیف کیا ہے۔ یہ پہلا صحیفہ جسکا نام کتابِ مبین ہے فی الحال مطبع حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے شایع کیا جاتا ہے۔ گو اس سے پہلے بھی یہ کتاب دو مرتبہ ہندوستان میں چھپکر شایع ہو چکی ہے مگر بوجہ شدت علالت مصنف جناب مولانا موصوف وہ کتابیں کچھ ترتیب میں غلطی الفاظ و تحریر عبارت سے پاک نہیں ہو

مبدا ایکی مرتبہ خاص اوس مسودہ سے جو مصنف عالیجناب کے مطالعہ میں تھا نقل کر کے یہ مثنوی شریف چھاپی گئی اور بعد طبع نظر ثانی کیلئے بھی پیش کی گئی اور وہ الفاظ بھی جو بسبب طبع سنگ کی درستی سے باقی رہ گئے تھے درست کر دیے گئے۔ اور آخر کتاب میں وہ غلط نامہ لگا دیا گیا۔ امید کہ ناظرین بوقت مطالعہ مثنوی شریف حظ وافی اٹھائینگے اور مصنف عالیجناب کو بھی دعاء خیر سے یاد فرمائینگے۔ خداوند کریم بسجاہ رسول کریم اس کتاب کے مصنف اور ناظرین کو ہمیشہ صراط المستقیم پر قایم اور دونوں جہان میں مقبول و بامراد رکھے آمین۔

اسکے دوسرے صحیفہ کا نام جواہر بے نظیر ہے جو اس صحیفہ کے باب جواہر کی پوری تفسیر ہے۔ ایسا سچا عاشقانہ تصوف اور دیگر حضرت مولانا کا معاد اور رموز بیان اور دیگر خیر ذاتی کے ساتھ قدرتی غرابت گو نظم میں الفاظ متفق نہیں مگر باعتبار شرح و انکشاف مقامات معرفت و حقیقت خود مصنف عالیجناب کو اس صحیفہ کا مقدمہ کہنا بجا ہے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب چھپکر شایع ہوگا۔ اوسکے دیکھنے سے ناظرین کو یہ بات معلوم ہوگی کہ جس مثنوی شریف کا یہ مقدمہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ کیا چیز ہوگی فقط

خادم الفقرا فضل حسین غفرلہ

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

صحیفۂ املی از مثنوی منظر یعنی الکلام من تصنیف شریف حضرت تاج الکاملین امام الطائفہ عالیجناب مولانا محمد منظر شاہ صاحب قادری چشتی رزاقی سلمہ دامت برکاتہ

کتاب مبین

باہتمام ارتمام جناب نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین بلگرامی جناب نواب حافظ سید احمد رضا خان صاحب حسب الحکم محمد نواز جنگ بہادر و جناب نواب سید محمود انور خان صاحب اول تعلقدار [illegible]

در مطبع حب ضیاء دکن باہتمام جناب مولوی فضل حسین صاحب طبع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستایش کرون مین خداوند کی / گرہ کھولتا ہے جو ہر بند کی
وہ میرا خدا ہی خدائے جہان / وفاکیش و نصرت دہِ راستان
ستایش ہے زیبا اوسی پاک کو / محمدؐ کیا جس نے اس خاک کو
بھلا سبھے کیا اونکا رتبا کوئی / ہوا کوئی ایسا نہ ہوگا کوئی
ستایش ہے شایان اُسی ذات کو / بنا دے جو کعبہ خرابات کو
اگر دے وہ مجرم کو خلدِ برین / کوئی روکنے والا ہرگز نہین
ستایش ہے زیبا اوسی فرد کو / کرے عین درمان جو ہر درد کو
نہ ہو اوس سے مایوس مشتِ خاک / کہ ہر شے پہ قادر ہے وہ ذات پاک
ازل سے ابد تک اُسی کا ہے راج / اُسی کی عنایت ہی شاہون کا تاج
بہت سخت ہے اور قائم ہے وہ / ہمارے لیے پھر ملائم ہے وہ
وہ زندہ ہے مالک صداقت پسند / کیا اُسنے ستچون کا رتبہ بلند
جو بندہ گرا وہ اٹھاتا رہا / جو سرکش تھے اونکو گراتا رہا
مین اپنے خدا کی ستایش کرون / اُسی کا مین ذکرِ نوازش کرون
وہ شوکت ہی میری سمی شان ہے / مری آن ہے وہ مری جان ہے

مین فریاد کرتا ہون سنتا ہے وہ　　کہ سچون کو جو کون گنتا ہے وہ
وہ معبودِ برحق ہے قدوس ہے　　بہت اپنے بندون سے مانوس ہے
خداوندِ عالم خدائے غیور　　ہے مغرور سے اسکی حجت نفور
کسی کا وہان جھوٹ چلتا نہین　　بناوٹ سے مطلب نکلتا نہین
اگر مین ہون غافل وہ رحمان ہے　　محافظ ہے میرا نگہبان ہے
مین جو کون تو وہ خود نظر ہے مری　　وہ میرا خدا ہی سمیع ہے مری
وہ خاصون کو دیتا ہے اپنے ادب　　نہین ہم پہ کوئی بلا بے سبب
ستایش کرونگا مین اسی پاک کی　　جو بیٹھا ہے کرسی پہ افلاک کی
کہا شک بڑھینگے مخالف مرے　　خدا صدقِ دل سے ہو واقف مرے
جو بڑھتے ہین بیجا گھٹاتا ہے وہ　　جو بنتے ہین انکو مٹاتا ہے وہ
ستایش کرین ہم خدا کی بہت　　کہ حاجت ہمین ہے دعا کی بہت
ہمارا خدا قادرِ بے نیاز　　اسی کو ہے زیبا گھمنڈ اور ناز
جزا دسں گنی دے جو اعمال کی　　خبر لے عنایت سے بدحال کی
مرا اتکا ہے وہ میری پناہ　　مری تیغ ہے وہ وہ میری سپاہ
وہ بازو ہے میرا مرا زور ہے　　وہ میرا تبر ہے مرا شور ہے
وہ حاکم ہے میرا وہ میرا گواہ　　وہ مولا ہے میرا وہ میرا الٰہ
عنایت سے جب کام لیتا ہے وہ　　ہمین حسنِ ادراک دیتا ہے وہ
وہ دل ہے مرا مدعا ہے مرا　　وہ میرا خدا ہان خدا ہے مرا
وہ میری دعا ہے وہی ہر کلام　　اسی پر توکل ہے میرا مدام
وفورِ گنہ سے گرانبار ہون　　مین اپنے خدا کا گنہگار ہون
بدی کی مری انتہا ہی نہین　　کوئی کام اچھا کیا ہی نہین
خدا کے سوا فرد واسع ہے کون　　اگر مجھ سے وہ تو مانع ہے کون
وہ راضی رہے جبکہ ہم مطمئن　　ہمارا وہ حامی رہے رات دن

یہ روشن کرے نام کر کام کو | کہ دوں جان تازہ میں اسلام کو
نہ ذکر و غم خسرم ماضی رہے | نظامِ دکن سے بھی راضی رہے
سوئے خیر ہمکو ہدایت کرے | جو مانگیں ہیں وہ عنایت کرے آمین

جشنِ سالگرہ امیرِ اسلام بندگانِ عالی حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

کہاں ہے تو اے ساقیِ راحِ روح | بنا ساغرِ دل کو عین الفتوح
چھلکتا ہوا دے وہ جامِ شراب | کہ پیدا ہو پیری میں جوشِ شباب
ہوں گو تازہ وارد نہیں کوئی غیر | ادھر ہی کوئی جام مستو کی خیر
جھکاتا نہیں کیوں تو پیہم مجھے | سمجھتا نہیں کیا تو محرم مجھے
کوئی بات مستی سے خالی نہیں | طبیعت مگر لاابالی نہیں
ازل سے ہی گو بادہ نوشی شعار | میں بدمست ہوتا نہیں زینہار
کبھی خم کے خم میں چڑھاتا نہیں | مگر تشنہ میں بڑبڑاتا نہیں
مری ظرف کی تا خبر دے تجھے | ترا حوصلہ دیکھنا ہے مجھے
پلا جامِ اخلاص بی اشتباہ | زمانہ پہ میری نظر تو نگاہ
میں گو سب سے بدتر ہوں خوب ہوں | دعا گوئے اقبالِ محبوب ہوں
شب و روز رہتا ہوں اسی کام کی | کہ اس میں حمیت ہے اسلام کی
غلط ہے یہ کہتا لکھوں مدحِ شاہ | کہ ہو فطرت اللہ جس پر گواہ
نہ زر کا نہ ہوائی ساقی ارجمند | طبیعت ہی ممدوح کے حق پسند
یہ شاہِ دکن بدرِ ہندوستان | شب و روز اسلام کا پاسبان
[illegible] بیت البغداد میں | دعا گو ہیں سب آپکی یاد میں
[illegible] لیے [illegible] | وہ اس خوانِ نعمت کی ریزہ چین
مشائخ فقیہان اہلِ علم و ہنر | ہزاروں اسی در کے ہیں بہرہ ور
سلاطین کو اس سے عاری نہیں | پہ ایسی کہیں خیر جاری نہیں

شجاعت مین شیر افگن و شیر دل ‏ سخاوت مین حاتم صفت سیر دل

خداوند عالم کا یہ حق شناس ‏ شب و روز سرگرم حمد و سپاس

خودی یا لحاظ من و تو نہین ‏ کسیکا مگر اسپہ قابو نہین

بزرگان دین سے اسے ساز و باز ‏ ادب اسکی طینت مین دل مین نیاز

کریم و جوانمرد و روشن خیال ‏ جمیل و خردمند و صاحب جلال

نرالا ہے بیٹھ اسکی ہر راز مین ‏ غرض فرد ہے اپنی انداز مین

لکھی کیا کوئی آپکا وصف تام ‏ کہ محبوب خالق نے بخشا ہے نام

یہ جشن مبارک یہ بزم سرور ‏ برستا ہے اسلام کا جس پہ نور

یہ محفل یہ عشرت کا سب کاروبار ‏ ہے اونتیسوین (۲۹) سال کا یادگار

برس تیسوان (۳۰) ہی جو شامل ہوا ‏ یہ مطلب کہ یہ ماہ کامل ہوا

زیادہ یونہین عمر محبوب ہو ‏ کہ ہر سال اک روز محبوب ہو

گنے اسطرح قادر ذوالجلال ‏ برس تین سو ساٹھ (۳۶۰) کا ایکسال

لکھون کچھ مین فرصت نہین اسقدر ‏ دعا پر کرون نظم کو مختصر

الٰہی یہ محبوب عالی مقام ‏ رہے پیرو شرع خیر الانام

عطا کر وفادار میر و وزیر ‏ نہو دام اہل غرض مین اسیر

ہر اک چشم بد سے بچانا اسے ‏ حکیم انکہ مین دی زمانا اسے

مشیر اسکے دل سے ہی خواہ ہون ‏ رفیق اسکے سارے حق آگاہ ہون

الٰہی اسے حسن تدبیر دے ‏ جو محبوب ہو تجکو وہ چیز دے

ہر اک عزم مین اپنے ہو کامیاب ‏ رہین اسکے فتح و ظفر ہمرکاب

مدام اسپہ انعام باری رہے ‏ خلائق مین فیض اسکا جاری رہے

ملے صدق بوبکر و شان عمر ‏ ملے عیش جاوید و عمر خضر

ملے حلم عثمان و زور علی ‏ ملے گنج اقبال و عشق نبی

غرض ہر عمل اسکا مرغوب ہو ‏ مرا شاہ عالم کا محبوب ہو

حسبی اللہ لا الہ الا ہو

پلا ساقیا حکمت حق کا جام ۔ کہ شان محمد ہے حسن نظام

وہ مے جسکے نشہ میں مے نور ہو ۔ مرا دل محبت سے معمور ہو

ہزارون مین کب تک ہو اک ڈر کی ۔ الیہ الوسیلہ ہے عشق پاک

حرم کی ہوس ہے نہو دیر کی ۔ نہ طاعت کرون مین کسی غیر کی

دکھا دے ہمین دین رہ خاص کو ۔ کہ ملتی ہے جو اہل اخلاص کو

نہ مغضوب ہون تا نہ گمراہ ہون ۔ مین ہر دم موحد مین اللہ ہون

محمد کے صدقے مین بھر دے مجھے ۔ غرض یہ ہے کہ محبوب کے دی محبو

آمین

ظہور

پلا ساقیا بادۂ بے خوف و بیم | ہو اللہ صمد و ولی کریم

اسی مے کو تو راح طہرنا بنا | اسی جام کو حوض کوثر بنا

بڑھا ظرف کر دے مجھے منتظر | کہ ربی علی کل شئی قدیر

شفق میں سر بام چرخ کہن | ابھی جگمگاتی ہے کچھ کچھ کرن

بسیروں کو جانے لگے وہ طیور | اندھیرا ابھی چھانے لگا دور دور

سنہری ہوئیں حوض کی چادریں | وہ اڑنے لگیں سر پہ چمگادڑیں

کھڑے ہیں وہ کوٹھوں پہ ارباب دین | لگائے ہوئے آنکھ پر دوربین

افق کی طرف غور سے بار بار | نظر کر رہا ہے ہر اک روزہ دار

چڑھے ہیں تے فصیلوں پہ اہل صوم | پکاری خلائق کو وہ مخبر قوم

مبارک ہو اے طالبان وصال | دکھاتا ہی وہ تیغ ابرو ہلال

یہ سنکر ہوے شاد پیر و جوان | مسرت کا ہر سمت چھایا سمان

مہ نو ہوا جلوہ گر دیر میں | وہ بجنے لگیں نوبتیں شہر میں

سلامی کی آواز آنے لگی | شہانے کی دھن کیا رچانے لگی

ہے افطار کی ہر طرف دھوم دھام | اذانوں سے گونج اوٹھی بستی تمام

مہِ نو کی خاطر بہت دیر تک — بچھاتے رہا سرخ اطلس فلک
دکانوں پہ وہ لیمپ جلنے لگے — ستارے بھی دو اک نکلنے لگے
مہِ نو کی کشتی پہ ہو کر سوار — اترنے لگی شام قلزم کے پار
فریضے سے فارغ ہوئے یکبار — اٹھانے لگا چرخ بھی جانماز
مساجد سے گھر کو چلے خاص و عام — مہِ نو نے جھک کر کیا وہ سلام
وہ پہونچے مکان پر صغار و کبار — وہ کھاپی کے فارغ ہوئے زود زود
علی قدرِ حیثیتِ اہلِ دول — سجانے لگے اپنے اپنے محل
سجا خوب ہر قصرِ جنت نشان — بنا کعبہ ہر خیمہ رشکِ جنان
پھر اتنے میں ہر سو ہوئی یہ پکار — رہو اپنے ساماں سے ہوشیار
دمِ صبح حاضر ہوں برنا و پیر — حضورِ شہنشاہِ مہرِ منیر
محل ہے جو دیوانِ خاص است — وہاں میر فطرت کا ہے بندوبست
اسی میں وہ سلطانِ عالی مقام — کریگا سویرے سے دربار عام
منادی نے جب وقت دی یہ ندا — خوشی کا پڑا شہر میں غلغلا
یہاں سے ہے نزدیک اک مقام — کہ جسکا دیارِ محبت ہے نام
وہاں رہتے ہیں سارے اہلِ وفا — نہیں جانتا کوئی نامِ ریا

مقامِ طرب قلعۂ و شہر بھی
وہان کا ہی دار الخلافت وہی

عجب سرزمین رشکِ باغِ ارم
کہ کھاتی ہے نزہت اُسی کی قسم

اُسی ملک خوبی کا یکتا امیر
کہ ہے عشق بازی مین وہ بےنظیر

وہ محبوبِ اہلِ جمال و جلال
وہ مطلوبِ اہلِ کمال و جمال

وہ سرکردۂ اہلِ صدق و یقین
وہ سرمایۂ فخرِ اصحابِ دین

وہ ممدوحِ اربابِ فضل و کمال
ہر اک علم و فن مین عدیم المثال

تعشق کی مشق اوسکو ہر صبح و شام
شب و روز مہر و محبت سے کام

جہان مل گیا کوئی عاشق مزاج
تو سمجھا اُسے فرقِ صحبت کا تاج

اُسی کی تواضع اُسی سے کلام
اُسی کی ملاقات و خدمت مدام

وہ اقبال و دولت کا روشن چراغ
جسے صرصرِ رنج و غم سے فراغ

وہ عالی گہر مالکِ تخت و تاج
یہان سیر کرنے کو آیا تھا آج

وہ دائین کو باب الفرح کے قریب
فروکش ہی وہ خسروِ خوش نصیب

اُسے رای دیتے ہین اہلِ صلاح
کہ عید آگئی ہے۔ اسی مین فلاح

یہان سے روانہ ہون پچھلے پہر
سحر ہوتے ہی تا پہنچ جائین گھر

یہ سنکر ہوا حرف زن بےنظیر
کہ دیکھین گے ہم بزم مہرِ منیر

خدا جانے کیا اسمین اسرار ہے — کہ پھلے وہ گلے سے دربار ہے

حضوری

پلائے کہ صَدَقتَ فِی کُلِّ حِینٍ — الٓمٓ۔ اَنتَ نُورٌ مُبِینٌ
چھکادے کہ مشتاک ہر تو ای وجیہ — کِتَابٌ قَدِیمٌ وَلَارَیبَ فِیہِ
نہین مستی عشق بار حسین — حَمَلتُ ظَلُوماً وانّی امینٌ
بسر ہو گئی لو شبِ انتظار — تجلیِ رحمت ہوئی آشکار
نجومِ فلک جھلملانے لگے — چراغِ سحر ٹمٹمانے لگے
قریب آگئی صبحِ روشن نفس — اُٹھے خوابگاہون سے اہلِ ہوس
وہ ٹھنڈی ہوا اور تارونکی چھان — نزولِ صفا کا وہ پیارا سمان
وہ شہنا مین سوہنی کی ہن و نغمہ — شہانی سے وہ شادیانیکے زیب
کھینچے کس لئے دل نہ ہر تان پر — کہ لے کر رہی ہے اثر جان پر
سریلی صدا ہوش کھونے لگی — ستارون کو وحشت سی ہونے لگی
بھری آہو ئے شب نے بھی چوکڑی — ہرن ہو گیا نشۂ خواب بھی
عیان ہو گیا فرقِ بحر و سراب — روانی دکھانے لگی موجِ آب
وہ بوٹون مین کلیان چٹکنے لگین — وہ شاخون پہ چڑیان چہکنے لگین

وہ شبنم نے چھڑکا چمن پر گلاب
نہ ہو جائے تا کوئی سرگرم خواب
نسیم سحر گل کھلانے لگی
فضائے چمن رنگ لانے لگی
حسین ہاتھ منھ اٹھکے دھونے لگے
صفائی کے سامان ہونے لگے
چلے ہندو اشنان کو سوئے گنگ
وہ پہنچے کلیسا مین اہل فرنگ
وہ پو پھٹکے وَالصُّبح پڑہنے لگی
صفا دمبدم اور بڑہنے لگی
پڑی تھی جو پژمردہ طفل نبات
ہوا شیر صبح اونکو آب حیات
ضیا آسمان سے اُترنے لگی
نظر دور تک کام کرنے لگی
اُٹھا ہر طرف شور مرغ سحر
پڑی چوب نقارۂ صبح پر
وہ اللہ اکبر کی آئی صدا
نہا دہو کے مسجد چلے پارسا
وہ سب اول وقت پڑہکر نماز
ہوئے محو ترتیل با سوز و ساز
وہ مینا پہاڑی وہ کاکاتوا
ہوئے آکے شاخون پہ نغمہ سرا
عنادل گلستان مین گانے لگے
طیور سحر دل لبھانے لگے
ہوئی آسمان پر وہ سرخی نمود
بنا کان شنجرف چرخ کبود
شعاعین دکھانے لگین وہ جھلک
ہوئی زعفرانی بساط فلک
شفق مین بسنتی کرن ضوفشان
گلے مل رہی ہے بہار و خزان

وہ زردی وزری اور گہری ہوئی | پہاڑونکی چوٹی سنہری ہوئی
مطلا ہوا گنبدِ ہر شجر | برسنے لگا ہر طرف آبِ زر
جھپکنے لگی چشمِ برنا و پیر | وہ چمکا سرِ تختِ مہرِ منیر
سوئے بزمِ شاہنشہِ دادگر | روانہ ہوئے لوگ باکرّ و فر
ادا کر کے رسمِ رکوع و سجود | پڑھا سب نے اوس شاہِ دین پر درود
ہوا حرف زن شاہِ فرخ لقا | کہ اے صدرِ دیوانِ دارالقضا
سُنا انکو وہ ماجرائے عجیب | کہ تا آزمائین یہ اپنا نصیب
اُٹھا حکم پاتے ہی وہ نیکنام | مخاطب ہوا سوئے ہر خاص و عام
الا ایہا القوم یہ شاہِ دین | بہت دن سے رہتا ہے عزلت گزین
ہوا ہے خدا جانے کیا تجربا | سمجھتا ہے کل دہر کو بیوفا
جو عاشق ہون حسن و کمالات کے | وہ بندے مین تنہا کسی بات کے
کسی کو بھی دیکھا نہ جب بے ریا | تو اپنا جمال آپ دیکھا کیا
مگر خودنمائی نے یہ عرض کی | ضروری ہے صورت کو آئینہ بھی
جو آئینہ ہو خوبصورت سے بنے | تماشہ گہہِ حسن صنعت سے بنے
مگر بے ریا ہو وہ مردِ غیور | صفا چاہیئے آئینے کو ضرور

طبیعت مین محبوبیت کی ہو خو ‏ ‏ کہ تا شکل آئے نظر ہو بہو
اُسے کھینچین گو لاکھ اہلِ نیاز ‏ ‏ مگر وہ نہ چھوڑے رہ و رسمِ ناز
غرض ہو نہ اوسکو بد و نیک سے ‏ ‏ ملے دونون عالم مین وہ ایک سے
اسی واسطے کرکے اتنا سفر ‏ ‏ ہوا شاہ اس شہر مین جلوہ گر
نہ رہجائے تا عذر کچھ درمیان ‏ ‏ نکالی ہے یہ صورتِ امتحان
وہ رکھا ہے جو بارِ مہر و وفا ‏ ‏ نہ معلوم اس مین امانت ہی کیا
یہ ہے حکم جاکر اٹھاؤ اُسے ‏ ‏ اٹھاکر مرے پاس لاؤ اُسے
تحمل جسے ہوگا اس بار کا ‏ ‏ بنے گا وہی آئینہ یار کا
غرض باری باری ہر اک پہلوان ‏ ‏ اُٹھانے لگا جاکے بارِ گران
تھکے زور کرکے وہ سب نامراد ‏ ‏ نہ اُٹھا کسی سے مگر زینہار
جو ان پہلوانون کا دیکھا یہ حال ‏ ‏ ہوا شاہِ دین کو نہایت ملال
بلاکر یہ اقبال سے پھر کہا ‏ ‏ رہی جاکے دفتر مین تو دیکھ آ
کہ حکمِ ازل ہے یہ کسکے لیے ‏ ‏ کسی حق نے یہ جوہر اُس کو دیے
یہ کی عرض اسنے کہ عالم مین آپ ‏ ‏ دو عالم مین محکوم حاکم مین آپ
جو اوس وقت چاہا کیا بے ریا ‏ ‏ جواب چاہیے کیجیے بر ملا

ہے جملہ بد و نیک پر اختیار
کہ ہین آپ شانِ خداوندگار

بفرمودہ شاہِ عالی مقام
ابھی دیکھکر آرہا ہے غلام

دیارِ محبت مین ہے اک جوان
ضیابخشِ چشم و دلِ مقبلان

سراسر وفا عاشقِ بینظیر
ازل سے محبت کا تیری اسیر

مقامِ طرب کا ہے وہ بادشاہ
اٹھائیگا اسکو وہی رشکِ ماہ

سُنا ہی کہ وہ خسروِ خوش عمل
سوے کعبۂ خیر آیا ہے کل

ہوا حکم آخر کوئی نوجوان
اسی دم روانہ ہو باعز و شان

سنا یہ تو پیکِ طلب زود تر
ہوا گرم رو مثلِ برقِ نظر

پہنچ کر برنگِ بہارِ چمن
کہا خوش ہوا اے بینظیرِ زمن

تیری دید کا مہر مشتاق ہے
جو ہر بات مین فخرِ آفاق ہے

زہے تیری قسمت جوای بینظیر
تو ہو آستان بوسِ مہرِ منیر

یہ سُنکر اٹھا وہ بہارِ شباب
یہ چاہا کہ ساتھی بھی ہون ہمرکاب

مگر اہلِ دنیا دغاباز ہین
ہر اک کام مین حیلہ پرداز ہین

کہا متفق ہوکے سب نے حضور
مقامِ طرب کو ہے جانا ضرور

دیا حکم شہ نے کہ جاؤ ابھی
مرے سامنے اب نہ آؤ کبھی

مگر اس مین ہین چند ہمراز خاص | کہ رکھتے تھے ہر وقت وہ اختصاص
اُنھین کی طرف کرکے آخر خطاب | ہوا حرف زن یون بچشم پرآب

بیکسی

اری بیکسی تو کہان جائیگی | مجھے چھوڑکر سخت پچتائے گی
تری ہر ادا مجھکو مرغوب ہے | کہ تو باعثِ وصلِ محبوب ہے
نثارِ غم وحسرتِ یار ہون | انھین باتون کا مین خریدار ہون
ترے ساتھ سے منھ نہ موڑونگا مین | تو چھوڑے بھی لیکن نہ چھوڑونگا مین
نہ چھوڑی کسی دم رفاقت مری | ہمیشہ رہی پیش خدمت مری
جو دن آئے اچھے تو جاتی ہی تو | رقیبونکے جھانسے مین آتی ہی تو
نہ دل سے بُھلا تو مری چاہ کو | اری منھ دکھانا ہے اللہ کو
حضوری مین اوسکی جو دم لونگا مین | تجھی کو وہان نذر بس دونگا مین
مری آبرو تو مری جان ہے | مرا فخر ہے تو مری شان ہے
نہ آتا تھا جو وہ سکھایا مجھے | سبق عاجزی کا پڑھایا مجھے
دلائی سو سے صبر رغبت مجھے | کیا ناز بردارِ حسرت سب مجھے
نہ نسری کوئی لحظہ تو پاس سے | ملایا گلے غربت و یاس سے

رہی آج تک مجھ پہ تو مہربان — مجھے چھوڑ کر جائیگی اب کہان
مرا ساتھ دے جو اوسی چاہ سے — ملادون ابھی تجھکو اللہ سے

درد دل

یہ کیسی کمی دیکھ اور درد دل — ذرا اور پہلو سے ہو متصل
کبھی اس طرف تھا کبھی اس طرف — بتا تو یہ اوٹھکر چلا کس طرف
مرے دل پہ ہی نقش ہمت تری — بڑی خدمتین کین ہین تونے مری
کرونگا تجھے پیش سرکار مین — مرے ساتھ چل تو بھی دربار مین

سوز نہان

ذرا اور سوز نہان دل جلا — یہ کیا سرد مہری ہی کہہ تو بھلا
نکالی یہ تو نے کہان کی طرح — تجھے دل مین رکھا ہی جان کیطرح
نہ چھوڑونگا تجھکو کسی طور آج — دل زار کو تو جلا اور آج

مصیبت

مصیبت ذری دیر تو صبر کر — رہی مدتون تو مری ہمسفر
جو منزل پہ آیا تو جاتی ہے تو — ذری دیر کو دم چراتی ہے تو
گریبان ہے تیرا مرے ہاتھ آج — ذری چل کہین تک مرے ساتھ آج

بناؤنگا تجھکو مین اپنا لباس	ہے جانا مجھے ایک سلطان کے پاس

غمِ ہجر

یہ سب درکنار ای غمِ ہجر آ	کہ تو ان مصائب کا ہے پیشوا
تو مجھکو گرامی تر از جان رہا	کہ تیرے ہی دم سے یہ سامان رہا

سامان

ہراول ہے نالہ علمدار آہ	فغان کوس زن آن رزو گردِ راہ

سپاس

دل وجان ہے اوسکے ہزارون سپاس	کہ جسنے کرم یہ کیا بیقیاس
دیا اور جو دے سب احسان ہے	کہ مین اوسکا بندہ وہ سلطان ہے
وہ ہی کون غم جس مین لذت نہین	مین خوش ہون اسی مین شکایت نہین
لہ الحمد اسی ساز۔ سامان سے	کسی در پہ جاتا ہون مین شان سے
نظر آئی اک بزم آراستہ	برنگِ عروسانِ نوخاستہ
ادب اوسکا دربان محافظ جلال	اڑے جس سے کترا کے مرغِ خیال
وہان فطرۃ اللہ صدر کبیر	تکبر کرم عدل و قدرت وزیر
وہان تیرین چاکر اقبال و جاہ	ہر اک امر کا منتظم عزمِ شاہ

بصد عز و تمکین سر تخت ناز وہ بیٹھا ہے شاہنشہ بے نیاز
پس از حمد و تسبیح و تقدیس و شکر ہوا بادہ شوق سے غرق فکر
گرا خاک پر عجز سے بے نظیر اٹھا خود اٹھانے کو مہر منیر
بہ آہستگی حسن انداز سے بٹھایا اوسے گود مین ناز سے
لگا کر ملا عطر قدس ایکبار کہ سکتے سے فارغ ہو وہ گلعذار
سنگھایا بہت عقل کا لخلخا نہ تدبیر کا کچھ اثر جب ہوا
لگایا گلے مہر نے پیار سے غشی ہٹ گئی بوئی دلدار سے
کہا اُس سے اے میہمان عزیز مرے یوسف مصر و جان عزیز
ہوا گرمی راہ سے کیا یہ حال ہوئی خود بخود جو طبیعت نڈھال
وہ بولا کہ شاید یہی ہو سبب یہ بتلائے کیون کیا ہے طلب
ہوا مضطرب مہر عالی وقار کہ شاید نہین قابل اعتبار
قسم دیکے پوچھا وہ بستہ راز تو کہنے لگا وہ سراپا نیاز
مجھے جب سے اس لاگ کا ہے خیال مین دیکھا کیا خواب مین یہ جمال
اسی سے خیالی محبت رہی زمانے کی صورت سے نفرت رہی
مگر دل سے کہتا تھا مین بار بار تو اس شکل وہمی پہ کیون ہے نثار

تصور ہی یہ کوئی صورت نہین ۔ نہ اب تک سنی ہی نہ دیکھی کہین
پسند آگئی ہی جو شکل یکبار ۔ وہی رہتی ہی واہمہ سی دوچار
تمکین خوب سمجھا کے عقل و تمیز ۔ مگر عشق صادق ہی کچھ اور چیز
یہ در پردہ اپنا اثر کر گیا ۔ مے شوق سے جام دل بھر گیا
زبان پر فغان تھی نہ فریاد تھی ۔ مگر آرزو تھی کہ جلاد تھی
عجب وسکی قدرت عجب اسکی شان ۔ کہ ہون آج اسی شکل کا میہمان
نہ کیون لوٹ جاے دل ناصبور ۔ کہ اک وہم کا ہو یہ کامل ظہور
مقدر نے یہ دن دکھایا مجھے ۔ کہ آج آپ نے خود بلایا مجھے
مین بیخود تھا لاے مجھے ہوش مین ۔ جگہ دی مجھے اپنی آغوش مین
کرون کس زبان سے ادا سپاس ۔ کہ بندے پہ یہ رحمت بیقیاس
مین ناچیز ہون ایک دنیے بشر ۔ مگر تکیہ حضرت کے افضال پر
بہر حال اے شاہ گردن فراز ۔ جو کہیے کرون اب بصدق و نیاز
کہ جو کچھ کہینگے کرا دینگے آپ ۔ مجھے اسکے قابل بنا لینگے آپ
کہا مصرعے ایک بار گران ۔ وہ رکھتا ہے جا کر اٹھا لا یہان
یہ سنکر اوٹھا چوم کر دست شاہ ۔ ہوئی دست بوسی ظفر پر گواہ

پہنچکر قریب اوسکے وہ کامراں | مخاطب ہوا سوئے ربِ جہاں
کہا یا الٰہی قوی القدیر | توان بخشِ ہر ناتوان و حقیر
خدایا تری ماہیت تو ہی کیا | نہ جانا کسی نے بجز تیرے سوا
کریم اور ہر وقت میرا رفیق | تو مجھسے زیادہ ہی مجھپر شفیق
مین کیا مانگون دیتا ہی تو بے طلب | نہ مانگون جو کچھہ تو ہے ترکِ ادب
تجھے مانگون تو یہ نہین منھ مرا | نہ طاقت کہ ہو کر رہون مین ترا
اِذَا دَاعِ دَاعِی فَاَنْتَ الْقَرِیْبُ | وَمَنْ جَاءَ بِالصِّدْقِ اِنَّکَ مُجِیْبُ
ہو کچھہ کام کیا مجھسے ناکام سے | یہ اُمید ہی تیرے اکرام سے
مِری تاب کیا جو اُٹھاؤن یہ بار | مگر تو ہے قادر خداوندگار
تو چاہے تو کل جزو ہو جزو کل | اسے لیچلون ہاتھہ پر مثلِ گل
غرض مین نے تاب خود کو سونپا تجھی | تو جانے ترا کام کیا غم ہے مجھے
محمد سا ہے ہم کو دیا دستگیر | وانک علی کل شیء قدیر
یہ کہکر اٹھایا وہ بارِ گران | ہوا غل کہ اَحسنت اے نوجوان
سرِ دوش رکھکر اُسی مبنظیر | ہوا جا کے پابوسِ مہرِ منیر
اُسے کھول کر شاہِ گردون حشم | یہ بولا کہ دیکھا سین ہی کیا قسم

نوشتہ ہی اسمین جو آئی نازنین — اُسی عہدنامہ کا تو ہے یمین
پڑھا لیجیے اوسکو بصد افتخار — لکھا تھا کہ اے عاشقِ روے یار
اُٹھا لے یہ بارِ گران جو کوئی — محبت نہ رکھے کسی غیر کی
کہا اُسنے اسمین نہین کچھ بھی طول — خوشی سے ہی یہ شرط مجھکو قبول
کہا مہر نے اے جوانِ جری — تھی اس بار مین بس امانت یہی
ابد تک تجھے اے سراپا کمال — مبارک ہو یہ دولتِ لازوال

عید گاہ

کہان ہی تو اے ساقیٔ مے فروش — وہ مے دے نہ غم کا رہے کچھ بھی ہوش
مے وصلِ جانان سے دے بھر کے جام — کہ خالی ہو تا شیشۂ ننگ و نام
زمانے مین تا مے گساری رہے — ترے مست کا دور جاری رہے
چڑھا دن کرن چلبلانے لگی — کڑی دھوپ تیزی دکھانے لگی
لگی راست ہونے شاہون کی صف — اقامت کی ٹھہری غرض ہر طرف
کمندِ شعاعی پکڑ کر شتاب — سرِ بام وہ چڑھ گیا آفتاب
چلے جنبظیر اور محمد منیر — ہوا ساتھ اونکے گروہِ کثیر
مسلمان بھی شہر کے خاص و عام — فراہم ہوے عیدگہہ مین تمام

ہوئی راست صف وہ اقامت ہوئی | دوگانے سے بھی جو فراغت ہوئی
دعا پڑھ چکے ساری پیر و جوان | پکارا سریع وہ خطبہ خوان

خطبہ

لک الحمد یا حی یا ذالجلال | ظہیر لنا انت فی کل حال
تو موجود ہر شے مین پھر کچھ نہین | کسی جا نہین اور پھر سب کہین
صفت مین نہ پنہان نہ تو ذات مین | مگر حاصل نطق ہر بات مین
بری شش جہت سے مگر ہر طرف | ہے تیری ہی جویان نظر ہر طرف
تو ستار و غفار و فرد و حلیم | تو معبود بر حق غفور الرحیم
غریبون کا آفت مین فریادرس | دم یاس مظلوم کا دادرس
جسے چاہے تو اسکو چاہین سبھی | اگر تو بنا ہے بنا ہین سبھی
ترا شکر اے صانع باکمال | کہ انسان کو بخشا یہ حسن و جمال
دیا ایک ہی تخم کو یہ اثر | زمین پر شجر ہو شجر مین ثمر
بھرے دو نون عالم بد و نیک سے | کہ پہچان ہو ایک کی ایک سے
یہ الوان و اوضاع کا اختلاف | دکھاتا ہے آئینہ قدرت کا صاف
شب و روز پھرنا مہ و مہر کا | تری عین حکمت کا ہے اقتضا

جداگانہ اشکال کی ہستیین
تری صنع کامل کی ہین صنعتین

نئی روح پھونکی ہر اک چیز مین
رہین تاکہ مصور تمیز مین

محبت سے روشن کیا جان کو
کیا اشرف الخلق انسان کو

بہائم کو پابند سیرت کیا
بشر کو دیا فطرتی حوصلا

ترقی کا ہمکو دیا اختیار
زہے مرحمت ای خداوند گار

ہر اک مصلحت مین ہی نفع عظیم
فلا ریب انت العزیز الحکیم

پھر اسپر بھی کین تو نے وہ رحمتین
جنھین دیکھتے ہو گئین بدتین

ہدایت کی خاطر سوے خاص و عام
روانہ کیے انبیاے کرام

ہر اک قوم کو ایک رہبر دیا
محمد سا ہمکو پیمبر دیا

وہ جلوہ نہ کیون پھیلے ہر بھیس مین
خدا جانے تھا کون کس بھیس مین

وہ محمود و احمد رسول کریم
وہ عین محبت وہ عین النعیم

وہ شمع دو عالم وہ نور ہدی
وہ مقصود کون و مکان مصطفا

ہر و راست انہون نے سوکہا ہی ہین
برائی بھلائی بتائی ہین

ہوئی آپ رحمت سے شاداب خلق
کہ تھی تشنہ کامی سے بیتاب خلق

ملا جبکہ ان محمد کا نام
کیا آکے خود دہر کا انتظام

تمدن کی شکلین دکھائین ہین — ترقی کی راہین بتائین ہین
مٹا کر وہ اگلے رسومِ نفاق — دکھائی ہین صورتِ اتفاق
وہ فخرِ عرب افتخارِ عجم — اولوالعزم و ذی جاہ و عالی ہمم
وہ ختم الرسل شاہِ اُمّی لقب — وہ سرمایۂ نازِ ملکِ عرب
وہ عالی نسب سید الانبیا — وہ تاجِ سیادت حبیبِ خدا
جلیل اس قدر وہ کہ رفرف سوار — جمیل ایسے محبوبِ پروردگار
وہ اُمت کے عاشق رفیقِ طریق — وہ ہر قوم و ملت کے مصلح شفیق
یتیمون کے غمخوار بیکس کے یار — مریضون کے رانڈون کے تیماردار
اسیر و مساکین کے سچے ظہیر — خدا کے وہ پیارے بشیر و نذیر
وہ فرمان دہِ ملکِ عز و جلال — عدیم النظیر و عدیم المثال
انھین کے رفیق اور وجہِ سکون — وہ قصرِ نبوت کے چارون ستون
وہ پیارے کے پیارے و جانِ نبی — خلافت کی زینت امامت کے نور
وہ عالم کے سلطان کے چارون وزیر — وہ نفسِ نبی اور ہر دم مشیر
گیا دور یہ بھی تو آئے امام — دل و جانِ زہرا علیہا السلام
نہ تھے کوئی ذاتِ نبی سے جدا — وہ محبوبِ حق تھے یہ نورِ خدا

جوانانِ جنت کے سردار وہ — خدا کی خدائی کے مختار وہ
ہوئے اثنین فی الجملہ بارہ امامؑ — رہا ایک کا دور بالالتزام
وہی نور ہوتا ہوا منتقل — ہوا شاہِ جیلانؒ پھر متصل
نبی کے وہ پیارے خدا کے حبیب — وہ جس سے قریب اُس سے رحمت قریب
امامت کی گلشن کی تازہ نہال — پھلا پھولا رکھے اُنھین ذوالجلال
وہ در شرطہ کے کعبہ سی توقیر مین — ہی فرق اُنکی خاک اور اکسیر مین
وہ خاک اہلِ باطن کی آنکھونکا نور — کہ جسکے تصور سی کوری ہو دور
جمال اُنکی صورت پہ ہر دم نثار — جلال اُنکی سیرت کا خدمتگزار
علیؑ کے وہ لختِ جگر نورِ عین — حبیبِ حسنؑ یادگارِ حسینؑ
کرین پھر نہ کیون وہ دو عالم کو زیر — کہ ہوتے ہین ایسی ہی شیرونکے شیر
کسی پر اگر اک نظر ڈال دین — تو خدمت گزاری کو اقبال دین
کہان اب کوئی ایسا روشن دماغ — کہ روشن کئی لاکھون گھر کے چراغ
محمدؐ کے پیارے وہ جانِ بتولؑ — زمانے کے سرتاج آلِ رسولؐ
وہان بادشاہون کا ہو کیا گزر — کہ جس جا ملائک کے جلتے ہین پر
وہ شانِ علا آئے کیا فہم مین — سمائے نہ جو عقل مین وہم مین

وہ رحمت وہ محبوبِ پروردگار — یتیموں کے والی غریبوں کے یار

مرے شاہِ عالم کا اقبال و جاہ — ترقی پہ ہو دم بدم یا الٰہ

انھیں کا رہے نام جانِ سخن — انھیں کی محبت کی ہو سب کو دھن

یہی فیض جاری ہو انِ کا مدام — علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

اُٹھے سُن کے خطبہ صغیر و کبیر — ملے ہم نظیر اور مہرِ منیر

ہر اک شخص پھر عید ملنے لگا — بہم شانہ شانے سے چھلنے لگا

ذری دیر کے بعد وہ خوش سیر — روانہ ہوئے سب کے سب اپنے گھر

سرِ شام پھر شہر سے بے نظیر — گیا سوئے خرگاہِ مہرِ منیر

وہ دریا جہان خیمہ زن تھا وہ شاہ — یہ دیکھا کہ پھرتی ہین موجین تباہ

وہ جلسہ وہ منظر وہ ساقی نہین — ہوا پر پرندے وہ باقی نہین

وہ نکیرۂ شامیانہ وہ فرش — وہ کرسی طلائی وہ تابندہ عرش

وہ ہاتھی وہ گھوڑے وہ جم غفیر — وہ شاگرد پیشہ امیر و وزیر

کدہر سب کا سب یہ رسالا گیا — زمین کھا گئی آسمان کھا گیا

کہ اتنے مین اِک شخص آبادوان — دعا دی رہے بخت و دولت جوان

یہان سے گئے جب سوئے عیدگاہ — تو یہ کہہ گئے تھے سرانِ سپاہ

وہان سے پلٹ کر نہ ٹھہرینگے اب | جہازون پہ ہو بار اسباب سب
اُدہر سے جو لوٹے اِدہر چلدیے | نہ معلوم پھر وہ کدہر چلدیے
مگر ساتھ مجکو نہین لے گئے | یہ فرمان پہلے ہی سے دیگئے
کہ ای شوق آئے اگر منتظر | تو کہنا یہ ہی حکم مہرِ منیر
اسی شہر مین کر تو اپنا قیام | یہین سے رہے گا پیام و سلام
تجھے خوب جب آزمالین گے ہم | تو پہر پاس اپنے بلالین گے ہم
بہت مین نے پوچھا یہ ای نیک نام | بتایا نہ کچھ بھی نشان و مقام
سنا یہ تو وہ بے نظیر حزین | ہوا ہجر سے سخت اندوہگین
مگر جب بہ فرمانِ مہر منیر | مع شوق اُسی جا رہا جاگیر
کہا اور لوگون سے بہتر ہے اب | روانہ ہو سوئے مقامِ طرب
وہان ہے جو میرِ سعادت وزیر | دل و جان سے ہو اُسکے فرمان پذیر
یہ تہدید سُنکر یہ فرمانِ شاہ | چلے جانبِ قلعہ وہ حسبِ خواہ
وہان جاکے پہنچائی جب یہ خبر | عزیز و اقارب سبھی دوڑ کر
رفیق اور احباب و اہلِ شہر | گئے روبرو نزدِ سلطانِ دہر
رہا کچھ دنون تو یہی کاروبار | کہ آتے رہے روز اہلِ دیار

مگر وید کو جب ترسنے لگے / وہین لوگ جا جا کے بسنے لگے
بہ کثرت ہوے جو مسافر مقیم / وہان بس گیا ایک شہر عظیم
سخن سنج عشرت ہوا ہر مشیر / ہے سکتے کے عالم مین ہر بےنظیر
کچھ ایسی بنی ہے کہ خاموش ہے / تحیر سے وہ خود فراموش ہے

خواب

پلا ساقیا جام حسن نیاز / کہ عشق مشعبد ہے نیرنگ ساز
وہ مے دے کہ ناز اسکا انجام ہو / ترا نام ہو اور مرا کام ہو
بہ رنگ نجم شوق بھر دے مجھے / غرض یہ کہ اپنا سا کر دے مجھے
وہ پھوٹی کرن شب بکھرنے لگی / یہ لو چاندنی کھیت کرنے لگی
تجلی ہوئی گرم رو اسقدر / کہ اڑنے لگے آسمان پر شرر
چرانے لگے اپنی آنکھین نجوم / ستارون کا ہونے لگا کم ہجوم
شعاعون کا جھرمٹ سر سطح آب / دکھانے لگا برق کا اضطراب
ہوا عارض ماہ پرتو فگن / روپہلا ہوا صحن چرخ کہن
منسکا سانحہ مزے کی ہے رات / یہ درپیش ہے اک نئی واردات
کہ بیمار ہے بے نظیر حزین / تنفس کے باعث اجل کے قرین

مرض کی سبب سے یہ حالت خراب اطبّا نے بھی دیدیا ہی جواب
قیامت کا ہی رنج ماں باپ کو کہ مُردہ سمجھتے ہین وہ آپ کو
اسی کشمکش مین گئی نصف شب تو لو اب ہوا اور تازہ غضب
غشی ہی مین کیا دیکھتا ہی وہ ماہ کہ اک باغِ رنگین ہی پیشِ نگاہ
وہ گلزار بے خار نزہت سرشت زمین اسکی رشکِ زمینِ بہشت
بلا کا وہ آراستہ پُر فضا کہ زنجیرِ پا ہوج بادِ صبا
بیان اُسکا آئی زبان تک اگر اُسی دم لبِ خشکِ عاشق ہون تر
کہین لالہ و گل کہین یاسمن طرب خیز ہر سو بہارِ چمن
نشاط آفرین شورِ بلبل کہین مسرّت فزا خندۂ گل کہین
جو ناکام جائے اُدہر سے نکل ابھی آئین شاخِ تمنّا مین پھل
قدم بوسِ اشجار بادِ بہار طراوت لبِ برگِ گل پر نثار
گلاب اور کیوڑے کی نہرین روان روش پر بچھائی ہوئی زعفران
ملا دو دہ مین مشک و عنبر کہین اُسی سی ہی سینچی ہوئی گلزمین
وہ چارون طرف چادرِ آبشار وہ فوارون کی چاندنی مین بہار
بجائے مسی برگِ سوسن تمام بسا سنبلِ تر سے گلشن تمام

وہ کلیون کا ہر سمت جوشِ نمو   تبسم وہ غنچہ کا آرزو
وہ ہر شاخ سرمستِ صہبائے عیش   کھلین جنکے دیکھے سے گلہائے عیش
چنار و صنوبر عجب سایہ دار   کہ ہر شاخ پر جنکے طوبےٰ نثار
کہین سرو و شمشاد سایہ فگن   کہین جلوہ آرا رخِ نسترن
اگر دیکھ لے اسکا سبزہ کہین   ابھی سبز ہو شاخِ گاوِ زمین
کھلے مین وہ ماندون مین گلہائے تر   نظارے سے جن کے ہو تازہ نظر
جواہر کے گیلے لبِ آب جو   قرینے سے رکھے ہوئے سو بسو
کہین ارغوان ہے کہین موتیا   کھلے پھول ہر رنگ کے جا بجا
کہین مست کن کامنی کی شمیم   کہین عطرسا کار روانِ نسیم
لبِ گل کے وہ قہقہے ہر طرف   عنادل کے وہ چہچہے ہر طرف
وہ خوش رنگ پھل زینتِ شاخسار   ہین روشن کنول یا جواہر نگار
وہ ہین کچھ ایسے لطافت فریب   کہ گوشِ گلِ حسن کی جن سے زیب
بنفشہ ریاحین سیوتی گلاب   ہزارا چنبیلی گلِ آفتاب
ہر اک رنگ کے پھول پھولے ہوئے   حوادث کو یکلخت بھولے ہوئے
کہین دانۂ رز چمکتے ہوئے   ثریا سے خوشے لٹکتے ہوئے

نئی وضع کے بھی بہت ہون پھل
خزان کے صعوبات سے بی خلل

بھرا حوض مین وہ سفید انگبین
کہ جو رشکِ تسنیم و ماءِ معین

زمین عنبر و مشکِ و کافور کی
لیئے شاخِ گل مشعلین نور کی

مکانات ہر سو مصفا رفیع
دلِ اہلِ ہمت کی صورت وسیع

روان ایک دریا ہی پایئن باغ
کہ دیکھے سے جسکے ہو تازہ دماغ

جدھر رو مین بہتی ہی وہ سلسبیل
ہی قلعہ سے محکم اودہر کی فصیل

ٹہلتا ہی اوسپر وہی سیمبر
وہی تاجِ محبوبیت فرق پر

اودہر یہ بھی ہی اک روش پر روان
مگر شدتِ درد سی لب پہ جان

بلاتا ہی اسکو وہ شاہ زمن
یہان ضعف سی کانپتا ہی بدن

تنفس سے طاقت نہین دے جواب
مگر دیکھتا ہی بہ چشمِ پر آب

یہ دیکھا تو رحم اسکو آتا ہوا
خود آیا اودہر مسکراتا ہوا

پکڑ کر سرِ دست بولا کہ ہان
ان الفاظ کو جلد کہہ میری جان

اسی دم شفا ہو گی اسے نصیب
کہ یہ اسمِ اعظم ہی میرے حبیب

معاً سنکے وہ اسمِ عالی پڑھا
اثر بھی نہ اوس عارضے کا رہا

ہوئی گفتگو کی جو طاقت اسے
کیا سجدۂ صد عنایت اسے

کہا پھر کہ مشتاق ہون کچھہ سنا | پڑھے ہے اپنے اشعار نو بر ملا
یہ سنکر گلے سے لگایا اُسے | محبت مین اپنی بسایا اُسے
گرا پہر بھی قدمون پہ بے اختیار | کرے تا دل و جان و ایمان نثار
اُٹھا کر سر اُسکا کہا ای حسین | ٹھہرتے نہین ایک جا ہم کہین
ہماری وطن مین جو آئے گا تو | مزا وصل کا پھر اُٹھائے گا تو
یہ کہکر چلا ہی تھا وہ رشکِ گل | یکایک گئی آنکھہ صدمے سے کھل
نہ وہ گل وہان ہی نہ وہ گلستان | نہ اُس عارضی کا کہین کچھہ نشان
مگر وہ پریزاد خاموش ہے | تصور سے اُسکی ہم آغوش ہے
جدائی مین گزرا جو رنج و ملال | قلق جی کو ہی دل پہ صدمہ کمال
ہوئی درد و غم سے جو حالت تباہ | یہ کہہ کہہ کے روتا ہی وہ رشکِ ماہ
تمہین کوئی ڈھونڈھی تو پائے کہان | کہ ظاہر نہین کچھہ بھی نام و نشان
تمہین کسطرح ہای مین پاؤن گا | اسی غم مین اک روز مر جاؤن گا
دکھاؤ گے پھر رخ انور تو کیا | مرے بعد آئے لحد پر تو کیا
یہ سچ ہی مری کیون خبر لوگے تم | نہ جب تک کہ پامال کر لوگے تم
نہ معلوم تم چل دیے کس طرف | مگر ہان جو آنا کبھی اس طرف

مری بیکسی یاد کرنا ضرور — مری قبر پر پاؤں دھرنا ضرور
جہاں ہو سلامت رہو بامراد — خدا تم کو رکھے دو عالم میں شاد
ہزاروں تمھیں ہم سے ملجائیں گے — مگر کوئی تمسا نہ ہم پائیں گے
جہاں جمع ہوں سیکڑوں بامراد — وہاں کون کرتا ہے بیکس کو یاد
چلو خیر تم خوش رہو آ چکے — سزا دل لگانے کی ہم پا چکے
گیا جو اسی غم میں جی سے گزر — مرے حال کی کون دیگا خبر
ہر اک طرح کا رنج دیتا خدا — مگر تم نہ ہوتے نظر سے جدا
مرض ہی تھا صحت سے بہتر مجھے — زیارت تو ہوتی مقرر مجھے
کوئی جی سے جائے کہ برباد ہو — مگر تم تو اغیار میں شاد ہو
تمھیں عیش و عشرت سے فرصت کہاں — کسی کی خبر لو یہ مہلت کہاں
جو ہوتا میں شایانِ عشق و غیور — مجھے پاس اپنے بلاتے ضرور
میں گو بدترینِ زمانہ ہوں یار — مگر اس میں کیا ہے مرا اختیار
جو ہوتا مرا اختیاری یہ کام — بناتا میں اپنے کو فخرِ انام
جو اپنے کیے کی نہیں تمکو لاج — تو ہوتا ہے رخصت یہ بندہ بھی آج
جو گذرے گی دل پر گزر جائیگی — نہ تم تک مگر اب خبر جائیگی

یہ مانا تمھین اپنی پروا ہی کب | ہمارا بھی اللہ مالک ہے اب
یہ کہہ کے روتا رہا وہ قمر | مگر آگئی نیند پچھلے پہر
تو دیکھا وہی رہزنِ صبر و ہوش | کہ یوسف بھی ہین جسکی حلقہ بگوش
یہ فرما رہا ہی کہ اے بے نظیر | مین ہون وضۃ القدس مین جاگیر
دمِ صبح تو لکھ کے نامہ شتاب | اسی شوق کو دی کہ لائے جواب
جز اسکے نہین یہ کسی کی مجال | کہ اس سمت آنے کا لائے خیال
یہ فرما کے وہ شاہِ عالی وقار | نگاہون سے او جھل ہوا ایک بار
کھلی آنکھ پھر تو وہی درد تھا | بدن گرم لب پر دمِ سرد تھا
اسی بیقراری مین اٹھکر شتاب | جگا کر کہا شوق سے حالِ خواب
بتایا پتہ اسکو سب بیش و کم | کیا حالِ دل خط مین پھر یون رقم

نامۂ بے نظیر

مری جان و دل کی چمن کے حصول | امیدون کے غنچے مرادون کے پھول
تم اب تک نہ آئے بہار آگئی | کلی حسرتِ دل کی مرجھا گئی
صبا نے اڑایا مرے رخ کا رنگ | رہی دل کی دل ہی مین ساری امنگ
کہان تک یہ شرم کچھ تمھین خیر ہے | مرے بعد پھر سیر ہی سیر ہے

جو بلبل نہو گل کو پوچھے گا کون | جو بسمل نہو جان پھروے گا کون
تمھاری تمنا تمھارا خیال | دل و جان کو دیتا ہی کیا کیا ملال
کہان تک کری کوئی ضبطِ فغان | کہان تک رہی دل مین حسرت نہان
دکھائے کب الفت اثر دیکھیے | تمھین کب ہو میری خبر دیکھیے
صبا سے یہ کرتا ہون گاہی کلام | کہ پہنچا دے تا گوشِ گل یہ پیام
گریبان کیا دستِ وحشت نے چاک | اڑاتا ہون اب تک گلستان کی خاک
جو غنچہ گلستان مین دلگیر ہے | مرے غنچۂ دل کی تصویر ہے
کبھی چاک دامان برنگِ سحر | کبھی یہ کھا رو کے با چشم تر
نسیمِ سحر تو ہی پہنچا وہان | مرا رشکِ گل خندہ زن ہی جہان
یہ وحشت کسی سی ملائیگی کب | گریبان دری رنگ لائیگی کب
تمھاری محبت تمھارا فراق | تمھاری ملاقات کا اشتیاق
گھڑی بھر مجھے چین دیتا نہین | قرار ایک دم قلب لیتا نہین
یہی حال اگر ہی تو ہم جی چکے | لب زخمِ دل چارہ گر سی چکے
مین اسیر بھی ہر طرح مجبور ہون | کہین آنے جانے سی معذور ہون
دلِ مضطرب کو سنبھالو تمھین | کوئی شکلِ وصل اب نکالو تمھین

مین کیا چیز ہون میری الفت ہی کیا ‏ ‏ تمھاری طرف سے ہی ساری وفا
جو اپنا کہا ہے شکایت نہو ‏ ‏ محبت سے مجھکو ندامت نہو
تمھارا ہی جلوہ ہے کونین مین ‏ ‏ تمھارے ہی دم سے ہین سب چمن مین
کہان ہو تم ای میرے مہر منیر ‏ ‏ کہان ہو تم ای دلبر بے نظیر
رخ پاک اپنا دکھاؤ مجھے ‏ ‏ کہین یہ نہو پھر نہ پاؤ مجھے
کبھی بلبلون سے یہ ہے گفتگو ‏ ‏ چمن مین جو آئے مرا لالہ رو
گلون کی حکایت سنانا اُسے ‏ ‏ مرا داغِ حسرت دکھانا اُسے
جو اے سبزہ آئے مرا دلربا ‏ ‏ تو کہنا کہ اسدرجہ پامال تھا
جو اے خار آئے میرا رشکِ حور ‏ ‏ مری لاغری تو دکھانا ضرور
کبھی ہے یہ سوسن سے میرا کلام ‏ ‏ کہ اُس گل سے تو عرض کرنا سلام
یہ کہنا کہ اے باغِ دل کے بہار ‏ ‏ ترا حسن دونا ہو لیل و نہار
تری دید کا کوئی مشتاق ہے ‏ ‏ اُسے تیری دوری بہت شاق ہے
کبھی ہی زبان پر مرے یہ سخن ‏ ‏ جو گلشن کو آئے وہ غنچہ دہن
لبِ برگِ گل تو ہی کچھ بولنا ‏ ‏ صبا تو ہی عقدے مرے کھولنا
تو سنبل ذرا سر ہلانا ضرور ‏ ‏ پریشان خیالی دکھانا ضرور

بنے ارغوان ہو کہ رنگِ بہار
ہے اشکِ خونین کے ہین یادگار

مین سینچا کیا اشک سے باغ کو
تر و تازہ رکھا ہر اک داغ کو

بہارات دن مین برنگِ حنا
ہون سرسبز پرخون ہے دلِ مرا

چمن مین جو دیکھا گلِ نسترن
تو یاد آگیا پھول سا وہ بدن

جو قمری کی فریاد ہے کو بہ کو
تمھاری ہی اسکو بھی ہے جستجو

غرض ہو تمھین ہم گلستان مین آج
لیا تاج دارانِ گلشن سے باج

ملو تم تو مجھ سے زمانہ ملے
محبت کا سارا خزانہ ملے

تم آؤ جو اے شاہِ عالی مقام
لٹا دون ابھی نقدِ جان مین تمام

کہ تم کشورِ حسن کے ہو امیر
ریاضِ دو عالم مین ہو بے نظیر

چلا شوق جو نامہ لیکر اودہر
ہوا چھپ کے وہ شاہ بھی رہ سپر

نشانِ قدم دیکھتا بھالتا
وہ اک دشتِ پرہول مین جا پڑا

سفر اور اسپر یہ تازہ ستم
ہوا نے مٹائے وہ نقشِ قدم

مگر وہ اسی دھن مین بڑھتا گیا
ہم آہنگِ دم دل بھی چڑھتا گیا

گیا تھا اودہر شوق جس راہ سے
وہ رستہ بھی لو چھٹ گیا شاہ سے

گمرا ہوشت وحشت مین وہ پاک ذات
خدا ہی نکالے تو اب ہو نجات

ہوا مین تمازت کا ہے یہ اثر ۔ کہ اُڑتے ہین ذرّے برنگِ شرر
نہ سایہ نہ سبزہ نہ پانی کہین ۔ دہکتی ہوئی وہ رتیلی زمین
وہ لُو اور گرمی خدا کی پناہ ۔ کہ ریگِ بیابان کی حالت تباہ
زمین پر اگر رکھدے لاکر کوئی ۔ بھری مشک بھی سوکھ جائے ابھی
ذرا بھی اگر اُسطرف کے اُٹھے ۔ تو پائے نگہ مین پڑین آبلے
پرندون کا ہو اُس طرف جو گذر ۔ بلندی سے بھُن کر گرین خاک پر
وہ آتے ہین کیا اونچے اونچے نظر ۔ مقرر ہین وہ نخلِ خرمائے تر
اسی سمت آخر وہ سلطانِ دین ۔ ہوا جا کے سائے مین راحت گزین
طبیعت کو لیکن ہے سخت انتشار ۔ کہ بتلائے کون اب رہِ کوئے یار
مقامِ طرب مین اڑی یہ خبر ۔ کہ غائب ہوا خسروِ دادگر
چلا ڈھونڈھنے کو یہ فوجِ کثیر ۔ ہوا خواہ ہمبر سعادت وزیر

شوق

لگاتار دے جام مے ساقیا ۔ کہ گھنگھور چھائی ہے کالی گھٹا
مزا دے گا اب دورِ جامِ شراب ۔ فلک پر وہ گھر گھر کے آیا سحاب
وہ مے دے کہ اُڑون مثلِ ابرِ رواں ۔ بڑھے مثلِ سیلاب شوقِ نہان

جو سوکھی زمین پر ترشح ہوا ۔ نکلتی ہی بو سوندھی سوندھی کیا
گرجتے ہین بادل چمکتی ہی برق ۔ ہوا صحن کا صحن پانی مین غرق
گئی نیند اچٹ پانی کے شور سے ۔ بہی جاتی ہین نالیان زور سے
ٹپکتی ہی بنگلے کی وہ اولتی ۔ کہ ہے تار سیمین کی چلمن پڑی
ہوا زور سے چلتی ہے باربار ۔ چھنچتی ہے کمرون کے اندر پھوہار
بنا ہے جو وہ ٹین کا سائبان ۔ ہی اسوقت ارگن کا اسپر گمان
عجب لے سے پانی برستا ہی آج ۔ کہ زاہد بھی مے کو ترستا ہے آج
ہر اک جھونک پر کیا نکلتی ہی مینڈ ۔ کہ ہر بوند پر خود مچلتی ہے مینڈ
چٹانون پہ کیا لطفِ نظارہ ہی ۔ کہ جو بوند ہے ایک فوارہ ہے
صبا کے طمانچے جو کھائی ہین آج ۔ تو پودے سرون کو جھکائی ہین آج
چلی آتی ہی بدلیون کی قطار ۔ ہوا کے ہین گھوڑے پہ بادل سوار
دھوان دھار اسوقت چھایا ہی ابر ۔ فلک پر سیہ مست آیا ہی ابر
اٹھی شاخِ گل سبزہ کو چوم کر ۔ برستی ہے کیا کیا گھٹا جھوم کر
نہین ہی ابھی گو جھڑی کی بہار ۔ نہین ٹوٹتا کب سی بوندون کا تار
ہین آراستہ سبز پوشانِ باغ ۔ ہوا غسل سے ہر شجر کو فراغ

یکایک رکی بوند ٹھہری ہوا ۔ نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا
تر و تازہ ہر نخل ہے شادکام ۔ لبالب ہین پانی سے تھالے تمام
رکا مینہ بدلی ہٹی ہے ابھی ۔ پہ ہے زیر اشجار عالم وہی
وہ آمون کے اشجار پر سامنے ۔ کوئی کوکتا ہے بڑی زور سے
وہ باغون مین جھولے پڑے ہین ہزار ۔ وہ ساون بھی گاتی لگے گلعذار
ادھر کہہ رہا ہے کوئی پی کہان ۔ سنا یہ تو قابو مین پھر جی کہان
یہ ہے اس صدا کا اثر کان پر ۔ کہ دل لوٹ جاتا ہے ہر تان پر
کہین کوئی چلا رہا ہے کہ ہان ۔ ذرا دیکھنا اس گھڑی کا سمان
پرون کو سمیٹے ہوئے وہ طیور ۔ درختون پہ بیٹھے ہین کیا دور دور
ہوا زور سے چلتی ہے سرد سرد ۔ تو ہلتے ہین کیا آم وہ سبز و زرد
ہے تشبیہ خامون کی یہ برمحل ۔ زمرد کے پتے زمرد کے پھل
جو سیندوریہ ان مین ہین بیشمار ۔ ہین لعل بدخشان بھی ان پر نثار
سپید ہے جو شاخون مین ہین بالعموم ۔ ہوئے آکے روپوش گویا نجوم
وہ ہلتے ہین زرد آم جو سامنے ۔ لٹکتے ہین پکھراج کے قمقمے
پڑے ہین وہ ٹپکے ہوئے بیشمار ۔ زمین ہو رہی ہے جواہر نگار

چھپا ابر مین دھوپ کے کچھ نشان
پرندے بھی ہونے لگے پرفشان

وہ ہر شاخ پر کوئلین بار بار
اڑاتی ہین بیٹھی ہوئی کیا ملار

ادہر سے اٹھا لو پپیہون کا شور
ادہر تانین کیا کیا لگاتے ہین مور

ہے قوسِ قزح چرخ پر جلوہ گر
ابھی تک نہین آتا سورج نظر

ہوئی شوخ ہر رنگ کی اب بہا
دھنک مین شعاعین ہوئین آشکار

پڑین زرد کرنین وہ ہر برگ پر
زمرد پہ چڑھنے لگا آبِ زر

ہوا سے ہٹی ابر کی جو نقاب
یکایک ہوا جلوہ گر آفتاب

نہ وہ سیل ہے اب نہ اوہ گھٹا
بھری ہین مگر نالیان جا بجا

شکایت ہے گلیون مین کیچڑ کی عام
یہ ہین صاف بستی کی سڑکین تمام

یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہوئے
چلے اب وہ دامن سمیٹے ہوئے

ہوئی رونقِ تازہ ہر کار مین
نکلنے لگے لوگ بازار مین

کسان اور دہقان بایکدگر
کدارا اور ہل رکھکے خود دوش پر

وہ بیلون کو اپنے ہنکاتے ہوئے
چلے نٹ ملاری وہ گاتے ہوئے

وہ کیڑے مکوڑے ہزارون اُدہر
لگے رینگنے ہر طرف خاک پر

وہ تالاب اُڑتی تھی کل جسمین گرد
نکل آئے مینڈک وہان زرد زرد

وہ کیڑے کہ جو سر بسر خاک تھے — وہ پانی کو پڑتے ہی سب جی اٹھے

سمجھ میں نہیں آتی کچھ اور بات — مگر تھا یہ بارانِ آبِ حیات

ہوا سرد باغوں سے آنے لگی — نگاہوں پہ خنکی سی چھانے لگی

وہ اک قاصد آتا ہے فرخندہ رُو — کہ رکھتا ہے وہ مہر کی جستجو

سُنا یہ تو انجم صفت خاص و عام — ہوئے گرد و پیش اُسکے یکجا تمام

اسی طرح اُسکو وہ سب بے ہراس — گئے لے کے اُس شاہِ خوباں کے پاس

ادب سے کیا اُسنے گردن کو خم — دعا دی کہ اے شاہِ گردوں حشم

رہے روز افزوں یہ جاہ و وقار — مہ و مہر ہوں تیرے خدمتگزار

دیارِ محبت سے آیا ہوں میں — کسی کا خطِ شوق لایا ہوں میں

اجازت اگر ہو تو کھولوں زبان — کروں رازِ سربستہ سارا عیان

سُنا یہ تو ہنس کر وہ شیریں دہن — لگا کہنے اے قاصدِ سحر فن

مجھے گو یہ معلوم سب ہے داستان — مگر کر تو اپنی زبان سے بیان

کہا اُسنے اے شاہِ روشن ضمیر — ابد تک رہے تیرا تاج و سریر

جو کچھ راست ہے کہہ رہا ہوں وہ حال — کہ ہوتا نہیں ایلچی کو زوال

ترا عاشقِ زار و بیمارِ عشق — وہی بے نظیر گرفتارِ عشق

جو کچھ دن یہی اُنکی حالت رہی | نظر خیر آتی نہین جان کی
جو بستر پہ ہوتا ہے وہ گلعذار | تو پھولون کی جا اب بچھاتا ہی خار
جو تکیہ بھی رکھتا ہے کوئی بزور | اُٹھا لاتا ہے وہ کوئی خشتِ گور
بچھاتے ہین تختِ طلائی اگر | تو وہ خاک اُڑاتا ہی بالائی سر
جو لاتا ہی کوئی لباسِ نفیس | تو کہتا ہے وہ رو کے ای ہم جلیس
مجھے کوئی کفنی رنگا دیجیے | کوئی مرگ چھالا منگا دیجیے
جو ہوتا ہے کچھ جامہ زیبی کا ذکر | اُسے ہوتی ہی خاک بیزی کی فکر
جو کہتا ہے کوئی چلو باغ کو | تو کہتا ہے دیکھو مرے داغ کو
جو سنتا ہی فریادِ بلبل کا شور | تو کچھ اور وحشت کا ہوتا ہی زور
جو کہتا ہے کوئی غذا کھائیے | تو کہتا غمِ تازہ کچھ لائیے
کہا جو کسی نے کہ پانی پیو | تو وہ پی گیا سنکے اسباب کو
نہ کھانا نہ پینا نہ سونا اُسے | اکیلے کہین جاکے رونا اُسے
تڑپنا کبھی بسترِ خاک پر | کبھی دستِ غم سینۂ چاک پر
لگا جو رکا سپرِ دو دن سے کبھی | وہ دست و گریبان جنون سے کبھی
کبھی بھا گیا شکلِ عہدِ شباب | توقف کہین دم کو شکلِ حباب

کہین رفعتِ شانِ شہزادگی
کسی جا زمین بوسِ افتادگی

کبھی صورتِ ابرِ غم وہ اُوداس
کبھی جادہ پیماے صحراے یاس

کبھی ناز کی راہ سے وہ غیور
برنگِ اجابت دعا سے نفور

کسی دم نیاز التجا سے اُسے
کبھی روٹھہ جانا خدا سے اُسے

کبھی غوطہ زن بحرِ آلام مین
کبھی برق دم دشتِ اوہام مین

کبھی تختۂ مشقِ ستمہاے ہجر
کبھی نازبردارِ غمہاے ہجر

کبھی عافیت خواہِ دردِ فراق
کبھی وہ قدم بوسِ گردِ فراق

کبھی دیکھنا راہِ پیکِ اجل
یہ کہنا کبھی جان سے اب نکل

کبھی خار زارِ جنون لطف خیز
کبھی گلزمینِ چمن سے گریز

کبھی صرصرِ دشتِ آوارگی
کبھی وہ خسِ کوے بیچارگی

کبھی نقشِ پا کوے اُمید مین
کبھی چشمِ واحسرتِ دید مین

کبھی لذت افزاے غم زورِ عشق
نمک پاشِ زخمِ جگر شورِ عشق

کبھی سوزِ سرگرمیِ درد سے
کبھی گرمِ نالہ دمِ سرد سے

اُسے اُڑتے پھرنا خبر کی طرح
کبھی وحشیون کی نظر کی طرح

کبھی وہ دعا گوے صبحِ وصال
کسی دم امان خواہِ شامِ ملال

کبھی صورتِ موجِ بادِ صبا
اُسے ڈھونڈھنا یار کی خاکِ پا

کبھی ذوق تلکامیون سے اُسے
کبھی شوق بدنامیون سے اُسے

اُسے اُنس سوداییون سے کبھی
اُسے فخر رسواییون سے کبھی

کبھی چشم نم تنگ کے نام سے
کبھی اُس کو رم فکرِ آرام سے

کبھی وہ دلِ افگارِ آزارِ غم
کبھی زخمیِ نشترِ خارِ غم

نگاہون کے مانند بہنا کبھی
اُسے صورتِ اشک گرنا کبھی

کبھی شمع افروزِ داغِ فراق
کبھی لالہ سان رنگِ باغِ فراق

تجلی گہہِ داغِ سوزانِ عشق
سراپا وہ سروِ چراغانِ عشق

ہر اک زخمِ دل رشکِ جیبِ سحر
درِ توبہ گویا شگافِ جگر

شکستن بس اک جوشِ آوارگی
جنون چارہ فرمائے بیچارگی

قلق۔ بیقراری۔ مصیبت مشیر
فغان۔ نالہ۔ فریادِ غم ہم صفیر

شبِ ہجر مشاطۂ زلفِ غم
سحر۔ آئینہ دارِ روئے الم

نہ ہمراز کوئی نہ کوئی انیس
مگر غربت و بیکسی ہم جلیس

رفاقت مین اک حسرتِ وصلِ یار
تسلی دہِ قلبِ یادِ نگار

فلک بر سرِ کین زمانہ عدو
زبان پر مگر ذکرِ لا تقنطوا

وہ پژمردہ گل سا پریشاں حواس — برنگ چراغ سر گور اداس
وہ بحر تباہی میں موج فغاں — وہ دشت مصیبت میں ریگ رواں
جنون چاک داماں فرزانگی — توحش ہم آغوش دیوانگی
وفا رہنماے صراط الحمید — طلب گام فرسائے کوے امید
نہیں ساتھ کوئی بھی غم کے سوا — پہ ہر گام پر جذب دل پیشوا
خلش درد کی کاہش جان زار — تپش خانمان سوز صبر و قرار
وہ پروردۂ ناز و مسکین لقب — تڑپتا ہی تیری لئے روز و شب
وہ آفت کا مارا پریشان خیال — شب و روز ہے گرد راہ ملال
وہی شوق اب تک ہی دیرینے سے — جنون اور بڑھتا ہی سمجھانے سے
لپٹ کر کبھی دامن گرد سے — وہ روتا ہے جنگل میں اس درد سے
وحوش و طیور اور سب جانور — بہم روتے ہیں اسکے احوال پر
گراتا ہے جو اشک خونیں کہیں — تو بن جاتی ہے وہ زمیں گلزمیں
وہیں خامۂ عجز سے با ادب — لکھا صفحۂ شوق پر حال سب
مجھے دے کے مکتوب بھیجا ادھر — نہیں جب سے مجکو وہاں کی خبر
سنا یہ تو بولا وہ روشن ضمیر — مجھے دے تو وہ نامۂ دلپذیر

دیا نامہ اُس نے تو لکھو لا شتاب　　پڑھا اور پڑھکر لکھا یہ جواب

جواب نامہ

مرے شیفتہ بے نظیر حزین　　فانّ اللہ مع الصّابرین

ذرا چاہیے صبر انسان کو　　مجھے پائے گا کھو نہ تو جان کو

ہمارا ہی ہو کر رہے تو مدام　　یہی آرزو ہے فقط والسّلام

واپسی

پلا ساقیا جام ہمت مجھے　　کسی کی ہے کرنا رفاقت مجھے

نہ روک آج ساغر کے دینے سے ہاتھ　　کہ دی جاتے ہیں مرد مردوں کا ساتھ

لب جام سے حکم اگر پاؤں مین　　گرے ہیں جو ان کو اٹھا لاؤں مین

چھٹی پو شعاعین لچکنے لگین　　ستارون کی آنکھین جھپکنے لگین

سپیدہ ہوا صبح کا خندہ زن　　لگی گدگدانے نسیم چمن

سحر نے سونگھایا جو کافور ناب　　اٹھا بستر خواب سے آفتاب

شہنشاہ نے حسب حکم قدیر　　باآئین شائستہ و دلپذیر

لکھا خط اُسے مُہر کرکے دیا۔　　ہوا لے کے قاصد اُسی دم ہوا

چلا جس گھڑی لے کے پیغام خیر　　تو بجلی سے بھی زود تر گرم سیر

صبا کو وہ بالا بتاتا ہوا ۔ چلا چشمکیون مین اڑاتا ہوا
ادہر سے چلا اور ادہر آگیا ۔ تصور سے بھی پیشتر آگیا
نہ پایا مگر شاہ کو اس جگہہ ۔ نہ دیکھا کسی ماہ کو اس جگہہ
غرض سوچتے سوچتے وہ بلبل ۔ یہ سمجھا کہ وہ خسرو بیعدیل
مقرر مرے بعد راہی ہوا ۔ کسی جا اسیرِ بلا ہی ہوا
سمجھکر یہہ وہ پیک عالی وقار ۔ سوئے دشتِ وحشت چلا ایکبار
وہان جاکے دیکھا کہ سلطانِ دین ۔ تہِ نخل بیٹھا ہے اندوہگین
کہا خیر مقدم ۔ کہا مرحبا ۔ کہا اور ۔ بولا کہ فضلِ خدا
وہان جاکے مجھکو ندامت ہوئی ۔ ترے نام سے اُن کو وحشت ہوئی
وہ پیکِ ہمایون ہی اسکا مشیر ۔ ذکاوت مین تھا نیز بے نظیر
یہہ سمجھا جو خط دون مین یکبارگی ۔ تو یہہ تختۂ مشقِ بیچارگی
تہہر جائے مارے خوشی کی کہین ۔ نہ لالے پڑین اسکے جی کی کہین
صبا دار سے زیست مین جو خلل ۔ پیامِ وفا ہو پیامِ اجل
کچہہ اسکے علاوہ شرارت بھی ہے ۔ کہ شوخی کی تھوڑی سی عادت بھی ہے
کہا آپکا نامۂ پر بہار ۔ ہوا باعثِ وحشتِ طبعِ یار

کہا پڑھ کے نامہ کہ دعوائے عشق ۔ اور اوس پر یہ سیر چمن وائے عشق
صبا سے کسی دم مخاطب ہین وہ ۔ کبھی سیر گلشن پہ راغب ہین وہ
کبھی ہین عنادل صفت نغمہ زن ۔ کبھی غنچہ و گل سے وہ ہم سخن
کبھی سبزہ کی دیکھتے ہین بہار ۔ کبھی ہین بساطِ چمن پر نثار
وہ دیکھین رخِ یاسمن شوق سے ۔ کرین خوب سیرِ چمن شوق سے
ضیا کیا ہو پھر عشق کے داغ مین ۔ کہ رہتے ہین وہ رات دن باغ مین
مرے سمت انکو نظر ہی نہین ۔ مین کیا ہون مری کچہ خبر ہی نہین
انھین عشق ہی تو ہمارے رہین ۔ محیطِ جہان سے کنارے رہین
سنا جب یہ مین نے تو از راہ عقل ۔ بیان کی ترے غم کی دلچسپ نقل
وہ تیرا جنون تیری آوارگی ۔ تری بیکسی تیری بیچارگی
پھر اس پر فضا ہے جو گلزار کی ۔ عنایت ہی یہ چشم خونبار کی
سنا جب یہ افسانہ سحر کار ۔ ہوا مستِ جامِ طرب رنگار
مری اس کی گہری جو یوں چھن گئی ۔ جو بگڑی ہوئی بات تھی بن گئی
کہا شہ نے مجھکو بتاتا ہے کیون ۔ تو بے پر کی ظالم اڑاتا ہے کیون
کچہ کہہ یار نے کچہ مجھے بھی کہا ۔ کہا ہان کہا ہے خدا دی وفا

کہا پڑھ کے نامہ۔ لکھا کیا جواب کہا یہ لکھا ہے ز راہِ عتاب
گزرتی ہے دن رات گلگشت مین ہمین چھوڑ کر پھرتے ہو دشت مین
کہا ما دہ فرمانِ حق الیقین کہا گر گیا راہ مین وہ کہین
کہا ما تھ حیلہ سے کیا آئے گا بھلا اس بناوٹ سی کیا پائیگا
ادہر جا کے بیٹھا ہے خط لا ادہر تصنع سی حاصل ادہر آ ادہر
کہا کچھ مجھے قول تو دیجئے تو پھر مین بھی حاضر ہون خط بھی
کہا کہہ بھی دے جلد کیا ہی وہ قول تری بات سے مجکو آتا ہی ہول
کہا جس طرح ہو پرکھنا مجھے ہمیشہ رفاقت مین رکہنا مجھے
کیا شہ نے یہ قول دل سی قبول کہا اب تو نامہ دی وعدہ ہوا
نکالا وہ خط شوق نشان سے کہا مجھ کو پیارا ہے یہ جان سے
ہوا سرو قد عاشقِ بے نوا کہ ہو رسمِ تعظیم نامہ ادا
ادب سے لیا نامہ عزت کے ساتھ ملا اپنی آنکھون سے الفت کے ساتھ
کبھی دل پہ رکھا کبھی سر تپا کبھی آنکھ پر شکلِ دامانِ تر
ادا کر چکا جب رسومِ نیاز تو کھولا اسے صورتِ چشمِ ناز
پڑھی تین سطرون پہ جس دم نگاہ سمجھکر معانی بھری ایک آہ

کہا خوش رہے وہ مسیحِ زمن | ہین اعجاز میرے لئے یہ سخن
یہی ہین دوا جانِ رنجور کی | یہ باتین لکھی ہین بہت دور کی
انھین مین لکھی ہین بطرزِ سلیم | امانی و جملہ کتابِ قدیم
جو لوحِ دو عالم پہ تحریر ہے | انھین تین سطرون کی تفسیر ہے

اضطراب منتظر

پلا بادہ اے ساقیِ خوش صفات | کہ ہو رنجِ فرقت سے کچھ تو نجات
شبِ ہجر کب تک اٹھا جامِ عیش | کہ روشن ہو دم سے ترے نامِ عیش
خزان ہون بنا دے تو رنگِ بہار | اڑون دوشِ نشہ پہ ہو کر سوار
اٹھی ہے جو کالی گھٹا اسطرح | مجھے کل پڑے بے ترے کسطرح
جو اڑتی ہے چارون طرف یہ بہار | انی کی طرح ہوتی ہے دل کے پار
اندھیرے مین بجلی کا یہ کوندنا | مرے دل کو حسرت کا یہ روندنا
یہ ساون کی راتین یہ گہرا سا ابر | بھلا کس طرح آئے پھر دل کو صبر
تڑپتا ہون جز شوق دے کون ساتھ | نہین سوجھتا ہاتھ کو آج ہاتھ
یہ سناٹا پانی کا ٹھنڈی ہوا | وہ حسرت بھری بانسری کی صدا
درختون پہ وہ جگنوؤن کی بہار | کہ اڑتے ہین نالون سے میرے شرار

تڑپتی ہے بجلی اُدہر متصل
اِدہر لوٹ جاتا ہے بے یار دل

مین سکتے مین تھا سورون کے شور سے
گرجنے لگا رعد بھی زور سے

یہہ لو کچھہ ترشح بھی ہونے لگا
مرے ساتھہ گردون بھی رونے لگا

ہوے جاتے ہین ایک اب بحر و بر
برستا ہے گیا ابر جی کھول کر

بہت زور سے چل رہی ہے ہوا
عجب کیا کہ چھٹ جاے دم مین گھٹا

اِدہر دیکھو وہ کھل چلا آسمان
ستارے بھی دو اک ہوے ضوفشان

بڑہا انکو دل کا مرے اضطراب
وہ چمکین شعاعین میانِ سحاب

لیے ہاتھہ مین نیزہ ہر اک کرن
لگی کھولنے بندِ زخمِ کہن

نظر آتی ہین دور جو جھاڑیان
ہے اس دم درندون کا اُن پر گمان

یہ لو چاندنی مین ہوا دشت غرق
لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق

وہ کوئل پپیہا وہ چلاے مور
یہان بڑہ گیا اور وحشت کا زور

غضب چھوٹی چھوٹی سی کینین اِدہر
سراب مین کس طرح جلوہ گر

شبِ ہجر مین آج یہ چاندنی
کھلاتی ہے ہیرے کی مجھکو کنی

جگر پارہ پارہ ہے۔ دل چور ہے
بشر ہاے کس درجہ مجبور ہے

یہہ وہ رات تھی اے مرے ذوالجلال
ہم مل کے پیتے شرابِ وصال

مگر ہائے ری قسمت واژگون　　　عوض اسکے پیتا ہو نہین اپنا خون
فلک پر ثوابت نہ سیارے ہین　　　انگیٹھی ہے گردون یہ انگارے ہین
نہ ہے چین دل کو نہ آنکھون مین خواب　　　بنا ہون مین سرتاپا اضطراب
یہان تو ہے خود دل پہ غم کا ہجوم　　　خدا جانے کیون گھورتے ہین نجوم
مرے رب مرے ارحم الراحمین　　　سحر ہوگی اس رات کی یا نہین
پڑھا اسنے یہ فرمان مہر منیر　　　ہوا اور بھی مضطرب منتظر
چڑھین ندیان گریۂ ذوق کی　　　لپک بڑھ گئی شعلۂ شوق کی
کڑی چوٹ وہ دل پہ کھائے ہوئے　　　جدائی کے صدمے اوٹھائے ہوئے
روانی سی اشکون کے وہ مضمحل　　　لبون سے عیان صدمۂ دردِ دل
جنون اوسکو گھر سے نکالے ہوئے　　　امیدین طبیعت سنبھالے ہوئے
بنی تھی جو دل پر تو بگڑے تھے طور　　　برستے تھے شیشے پہ یا سنگ جور
ہوس بڑھ کے دل مین سماتی بھی تھی　　　طبیعت ہی قابو مین آتی نہ تھی
جگر مین تڑپ جان بسمل مین بھی　　　وہی درد سینے مین بھی دل مین بھی
دل و جان پہ یہ حسرتین چھا گئین　　　امنگین بھی دم بھر مین گھبرا گئین
خبر پائون کی کچھ نہ کچھ سر کا ہوش　　　جنون مین بس آوارہ گردی کا جوش

شرر کیا کہ برق اس پہ قربان ہی | کہ اس کی تڑپ مین عجب آن ہی
کوئی شی نہ ہرگز خوش آتی اُسے | خدا کی خدائی نہ بھاتی اُسے
کہے کون جو دل پہ تھی واردات | نکلتی نہ تھی ضعف سے منہ سی بات
سرِ تیر قلم سر فشانی سے تھا | وہ نالان بریدہ زبانی سی تھا
وہ برچھی سی دل مین کھٹکتی ہوئی | نگاہون سے حسرت ٹپکتی ہوئی
عیان لب سے۔ دل محوِ آفات ہے | خموشی یہ کہتی تھی کچھ بات ہے
برنگِ گلِ زخم حالت زبون | ہنسی مین بھی جاری ہی آنکھون سی خون
جلا دل تو کھینچی وہین آہِ سرد | گری جو طبیعت چمک اُٹھا درد
تھی اس درجہ بیتاب جانِ حزین | کہ ہر دم تھا اس کا دمِ واپسین
جو حسرت بھرے دل مین کچھ آ گئی | نگاہون پہ کیا بیکسی چھا گئی
تصور مین ہر وقت رد و بدل | کبھی محو ہو کر پڑھی یہ غزل

غزل

ترے غم نے یہ دن دکھایا مجھی | کہ مجھ سی ہی آخر چھڑایا مجھے
ہوا اپنی ہستی سے بھی بے خبر | نہ معلوم کیا یاد آیا مجھے
خدا جانے تھا خواب مین کیا نشان | ارے دردِ دل کیون جگایا مجھی

ستم کرتے مل کر تو پھر لطف تھا — جدائی مین کیا آزمایا مجھے
جدائی سے تیری نہین کچھ غرض — ملا اُس صنم سے خدایا مجھے
نہ دیکھا کچھ اُن مین جز انداز جور — مگر وہ بھی کیا تھا جو بھایا مجھے
جفا سے وفا سے کہ از راہِ ناز — غرض جسطرح ہو لبھایا مجھے
وفا کا گلہ کیا کرون بےنظیر — یہ کیا کم ہے جو بس ستایا مجھے
ہوا شوق یہ دیکھکر بیقرار — کہ رو رو کے کہتا ہے وہ جانِ زار
کہا شہ سے اب صبر گھٹنے لگا — کلیجا مرا غم سے پھٹنے لگا
لکھا ہے تمھین صبر کے واسطے — نہ یون جان پر جبر کے واسطے
کہا شہ نے اے مونسِ غمگسار — سُنا کچھ بھی تو مژدۂ وصلِ یار
کہا اُس نے اچھا ہی کیجیے — مجھے پھر کوئی نامہ لکھ دیجیے
ابھی روضۃ القدس جاتا ہون مین — خبر مصر کی جا کے لاتا ہون مین
سُنا یہ تو پھر لیکے کلکِ خیال — لکھا صفحۂ آرزو پر یہ حال

نامۂ بےنظیر

مرے دلربا شاہدِ بےنظیر — سپہرِ محبت کے مہرِ منیر
شبِ تارِ ہجران ہجومِ بلا — تم آؤ تو چھٹ جائے غم کی گھٹا

جگر شاد ہو قلب مسرور ہو | مرا خانۂ عیش پر نور ہو +
کہان تک یہ سوزِ درون کی تپش | کہان تک یہ دردِ نہان کی خلش
یہی ہی جو غفلت دوا ہو چکی | مریضِ الم کو شفا ہو چکی
غنیمت ہے دم آپکا ای مسیح | رہے روز افزون یہ حسنِ صبیح
تپ غم سے گو مین پریشان ہون آج | کبھی ہو رہے گا مرا بھی علاج
کرو شکر اپنے کمالات کا | ملو آکے مجھ سے مرے مہ لقا
تم آؤ جو اے شاہِ عالی جناب | کرون تم پہ صدقے مہ و آفتاب
سمک آنکی جو برابر کرین | عوض کنکرون کے ستارے بھرین
جو دل خواہشِ خوش بیانی کرے | دبیرِ فلک بھی خوانی کرے
سنائے وہ نغمہ تحسین لاجواب | کہ زہرہ ہو زہرہ کا بھی آب آب
ترنم کا ہمسر گرم بازار ہو | بدل مشتری بھی خریدار ہو
کرون جمع اسبابِ عشرت تمام | زحل کی نحوست نہ کچھ آئے کام
مرتب وہ رہنے کو ایوان ہو | جہان نجمِ کیوان بھی دربان ہو
لٹکتے ہون وہ قمقمے متصل | ثریا جنہین دیکھکر ہو خجل
وہ قبے بھرے نور سے سر بسر | کہ نسرین و پروین کی جھپکے نظر

بنین ساقیِ بزم غلمان و حور — فروزان ہو چارون طرف شمعِ نور
کرون حاسدون کے جگر کو کباب — نظر آئے ہر جام مین آفتاب
ملے نوشِ وصلت جو آئے ماہ رو — کرون نیشِ عقرب مین بندِ عدو
ہٹادون جو رخ سے وہ زلفِ سیاہ — تو برجِ حمل سے نکل آئے ماہ
الٹ دو جو محراب مین تم نقاب — تو آئے نظر قوس مین آفتاب
کرو مہربان طے رہِ جدی و ثور — کہ شیرون کو لازم ہی شیرون کا طور
پڑین جو تمھارے قدم کے نشان — تو رستہ بنے غیرتِ کہکشان
ہو زلفون مین اپنا دلِ پر شرر — سے چلے منزلِ سنبلہ مین قمر
زنخ پر ہو جو گیسوئے مشکناب — تو پانی بھرے دلو مین آفتاب
دکھائین وہ آنکھین جو اپنا جلال — اسد سر جھکائے برنگِ غزال
یہ ہو گرمیِ وصل مین سوز و تاب — کہ سرطان کو گردون بنائے کباب
وفا تم کرو ہم جفائین سہین — کہ میزان کے پلّے برابر رہین
جو تم چرخِ وحدت پہ ہو قطبِ خاص — اِن آنکھون مین قطبین ہین خاص
جگہ پائین پہلو مین جو آپ کے — نہ ہو قطب کی طرح جنبش مجھے
ہین یہ جلوہ گر چرخ پر جو بنات — تمھارے عدو پر لگائی ہین گھات

جو دکھلاؤ لب اپنے اے گلبدن — ابھی خون تھوکے عقیقِ یمن
سہیلِ یمن کا بھی ہو رنگ زرد — لہو لعل رمّان کا ہو جائے سرد
جبینِ منور جو دیکھے سُہا — نہ سیدھے سے بیٹھے پھر ابرو تمھارے ذرا
جو بکھرین وہ گیسو تو پھر بے سکوت — دلِ زار یونسؑ ہو وہ زلف حوت
ہے رحمت کی جا میری آوارگی — یہہ جوشِ جنون اور بیچارگی
مین ہون جان بلب تم جلاؤ مجھے — خفا ہون مین دم سے منالو مجھے
زمانہ مین رہ جائے تا یادگار — تمھاری محبت مرا انکسار

بہارِ صبح

پلا آج ساقی صبوحی مجھے — کہ حاصل ہو تا قوتِ روحی مجھے
کرون غرغرہ آبِ کوثر سے آج — اُٹھون نشہ آلود بستر سے آج
وہ مے ہو پیون جسکو سنکر اذان — برنگِ دعا سحر ہون روان
ستارے جو چھٹکے تھے افلاک پر — وہ آتے ہین اب جا بجا کچھ نظر
نہ وہ چشمکین ہین نہ وہ شوخیان — نہ وہ جگمگے ہین سرِ آسمان
فراہم تھے پہلے جو انگور سے — وہ اک اک کو تکتے ہین اب دور سے
سحر کا سپیدہ بھی ہی کیا غضب — چھپے جاتے ہین پردہ شب مین سب

ہوئی صبحِ خندان جو پرتو فگن
پریشان ہوئی چرخ کی انجمن

رہا مین سحر مین جو پھولی شفق
ہوا رنگ تارون کا ایکبار فق

سحر کا جو دھڑکا ستانے لگا
فلک اپنی افشان چھڑانے لگا

سنی بادِ صبحِ چمن کی جو دھوم
کئے گل فلک نے چراغِ نجوم

ابھی کیا چمکتا تھا نجمِ سحر
ہوئی روشنی ماند اب اسکی مگر

چمک مین نہ تارونکی ہو کیونکر کمی
کہ پھیکی پڑی جاتی ہی چاندنی

ستارے جو تھے زیبِ بزمِ فلک
جھپکتی نہ تھی جن کی اِک دم پلک

وہ ایک ایک کرکے روانہ ہوئے
سحر ہوتے ہی سب فسانہ ہوئے

مگر کچھ وہ ہین رنگ ترمینِ صبح
اُچکنے لگا انھین دم مین گلچینِ صبح

سو وہ بھی ہین کچھ جھلملاتے ہوئے
ندامت سے آنکھین چرائے ہوئے

ستارے جو باقی رہی خال خال
نہ اُن کا رہا کچھ کسی کو خیال

جو تِل کی طرح جا بجا پا گیا
انھین چن کے مرغِ سحر کھا گیا

فلک پر وہ کچھ روشنی صبح کی
وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی

جو نجمِ سحر بھی لجانے لگا
قمر اپنا بستر اٹھانے لگا

چھڑائی تھی مہتاب گردون نے رات
اسی کے یہہ سب پھول تھے پات پات

نظر کی جو گردون کی جس گاہ پر — ہوائی سی چہٹنے لگی ماہ پر
شفق مین ہی جو رنگِ صبحِ امید — ہوا جاتا ہی چہرۂ مہ سفید
کیا کاروانی نہ شب کو مقام — پسینے پسینے تہا اس سے تمام
ستاری جو تھے جلوہ گر چرخ پر — پسینے کی قطرے سے تھے وہ سر بسر
فلک نے یہ سب گوہرِ بے شمار — کئے فرقِ صبحِ طرب پر نثار
گرے صورتِ اشک جو خاک پر — وہ شبنم کے قطرے بنے سر بسر
سیہ بستری ہو گئی جب نہان — بڑہائی قمر نے بہی اپنی دکان
سحر کا عمل حسبِ مرضی ہوا — خطِ کہکشان خطِ فرضی ہوا
اصول اس کے موضوع جلتے ہی سب — ثبوتِ سحر کے ہوئے وہ سبب
ضیا صبح کی پہیلی اطراف مین — شبِ ہجر جا کر چہپی قاف مین
شفق پہول کر رنگ لانی لگی — نئی آگ دل مین لگانے لگی
کہڑی ہی الگ شمع بہی کیا اداس — پتنگون کی کچہ ڈہیر ہین آس پاس
ہوئی دل جلون کی یہ غم مین تباہ — کہ اٹہنے لگا فرق سے دودِ آہ
تمام اس کی تن کی جزو کل ہوئی — سحر ہوتے ہی شمع بہی گل ہوئی
اڑا ہر طرف رنگِ صبحِ بہار — فلک پر کہلا ایک بیکلا انار

نمایان ہوئے خوب آثارِ صبح
جہان مین ہوا گرم بازارِ صبح

ہوا صبحِ صادق کا جب دم یقین
تو بستر سے اٹھنے لگے نازنین

ہوئی شاخِ گل کی طرح جھومتا
اٹھا کوئی ساغر کا لب چومتا

اٹھا کوئی سرگرمِ حمد و سپاس
کوئی نیند کی جھونک مین بدحواس

اٹھے شہر کے زاہد و حق پرست
اٹھے رندِ میخانہ ساغر بدست

شبِ ہجر سے ڈرنے والے اٹھے
شبِ وصل پر مرنے والے اٹھے

اٹھے رہ نشینانِ کوئے بتان
اٹھے ساکنانِ درِ دلستان

کسی کو کوئی گدگداتا اٹھا
کوئی منھ چھپا کر لجاتا اٹھا

گجر صبح کا غل مچانے لگا
جو سوتے ہین ان کو جگانے لگا

نہ جاگا پر اس پر بھی بختِ عدو
بنا جا کے سبزۂ لبِ آبجو

اذانون کی آواز آنے لگی
دعا تا سرِ عرش جانے لگی

ہوا جس گھڑی کم اذانون کا شور
اٹھا دیر سے بیدخوانون کا شور

طیور آشیان سے نکلنے لگے
سمن بو روش پر ٹہلنے لگے

رخِ لالہ کو اوس دھونے لگی
شفق رنگ سے خون رونے لگی

گل اندام کپڑے پہننے لگے
پری چہرہ بن ٹھن کرتے لگے

یہ اٹکھیلیون پر نسیم سحر — کہ آتے ہین جھونکون پہ جھونکے ادھر
اڑی پھرتی ہی آج گل کی شمیم — کھلاتی ہے غنچون کو موج نسیم
جھکا دیتی ہے سر صبا کی جھپٹ — جنون خیز ہے بوئے گل کی لپٹ
دیا دایۂ نشو نے بے خطر — ہر اک طفل غنچہ کو شیر سحر
کھلے پھول غنچے چٹکنے لگے — چمن کے چمن لوٹنے لگے
یہ شبنم سے تازہ ہین رخسار گل — کہ انجم ہوئے زیب دستار گل
یہ سبزے پہ قطرے ہین چھائے ہوئے — کہ مخمل پہ موتی بچھائے ہوئے
ہوئے برگ گل حمد مین تر زبان — خدا نے بھرا موتیون سے دہان
ٹپکتی ہے شبنم جو وقت سحر — ہوئے وجد مین آکے گریان شجر
جو شاخین گرین شوق مین جھوم کر — اٹھین یار کی خاک پا چوم کر
ہر اک شے پہ چھایا ہی جو رنگ ہو — ہے سکتے مین آئینۂ آبجو
جو ہے آج گلشن مین خوش حال ہے — فقط بخت خوابیدہ پامال ہے
عجب وقت ہے یہ عجب یہ سمان — کہ حیرت کے عالم مین ہی آسمان
سہانی سحر یہ سہانی فضا — یہ مرغان خوش نغمہ و خوش نوا
کہین نغمہ زن طوطئ خوش مقال — کہین نالہ کش بلبل خستہ حال

اٹھی ہر طرف چہچہون کی صدا
فغانِ عنادل نے باندہی ہوا

وہ گلزار مین قمریان نغمہ زن
وہ صحرا مین فریادِ زاغ و زغن

غرض اپنی اپنی زبان مین طیور
ہین سرگرمِ تسبیحِ ربِّ غفور

اُدہر کوڑیالا بھی ہر رنگ کا
سطحِ زمین پر کہلا جا بجا

کہلا ہے وہ سبزہ پہ یون باغ باغ
ہون دریا مین جس طرح روشن چراغ

ہر اک رنگ کے خوبصورت نگین
زمرد کے تختے پہ دیکھے ہین

یہ ہوتا ہے گردِ سحر سے عیان
کہ آتا ہے کوئی بڑا کاروان

وہ ظلمت کا سائے مین کچہ کچہ اثر
چھپا زیرِ دامانِ گردِ سحر

یہہ دیکھا ہی تھا چشمِ ادراک نے
پڑہی آیۂ فتح افلاک نے

سُنہری شعاعون کے نیزے لیئے
ہراول بڑہے لشکرِ صبح کے

شفق کے پھریرے اُڑے چرخ پر
شعاعون نے گاڑے علمہائے زر

لبِ جو تھا کُہرے کا جو کچہہ دہوان
چمکنے لگین اُس مین چنگاریان

شعاعون کے جاروب نے ایکبار
کیا صحنِ افلاک کو بے غبار

ہوئی اشکِ شبنم سے تر گل زمین
پہاڑین بھی کُہرے کی گرد نگین

ہوا ختم چھڑکاؤ کا انتظام
ہوا صاف مطلع سحر کا تمام

سنہری شعاعون کا عکس آب مین — کہ جو گھر کرے قلب بیتاب مین
چمک کر دکھاتا ہے یہ صاف صاف — کہ آئینے کا ہے بسنتی لباس
یہہ نہرون مین عکس شفق کا نشان — لگی آگ پانی مین اللہ کی شان
شعاعون کی پانی پہ چنگاریان — ہین سطح بلورین پہ گلکاریان
درختون کے سایے کا حوضون مین خلل — کہ شیشون مین ڈھلے زمرد کی نخل
کھڑے ہین خموش اب شجر صف بصف — کہ عالم ہے سناٹے کا ہر طرف
زمین و فلک پہ یہ چھایا جلال — کہ عاری ہوئے نطق سے اہل قال
اٹھا کر طیور اپنے سر بار بار — کسے دیکھتے ہین بصد انتظار
کسی کو کوئی دیکھنے کے لئے — وہ جھانکا دریچے سے افلاک کے
حسینون کے جھرمٹ مین اک نازنین — لب جو ہوا آکے مسند گزین
ادا شوخی و ناز کی ساتھ مین — سحر آفتابہ سے لئے ہاتھ مین
غرور و کرم بے نیازی و ناز — شب و روز انھین سے اسی ساز و باز
نہ رندی نہ کچھہ پارسائی سے کام — اُسے رات دن خودنمائی سے کام
قضا و قدر اُس کے خدمت گذار — سراپا وہ نور خداوندگار
چپ و راست اُس کے جلال و جمال — اک ادنے صفت دلبر بے مثال

برابر کیا سب نے جھک کر سلام
مبارک سلامت کی ہر دم ہوا عام

وہ طائر پھر اب چہچہانے لگے
یہ اشعار سب مل کے گانے لگے

غزل

خدایا تری تا خدائی رہے
دو عالم میں اس کی دُہائی رہے

ترا نور جب تک رہے جلوہ گر
یہی اسکی جلوہ نمائی رہے

تو جب تک شناسا رہے ذات کا
یہہ آگاہِ خود آشنائی رہے

رہے تیری قدرت کا جب تک عمل
یہی اس کی فرمان روائی رہے

رہے تو بری تا قیودات سے
اسے بندِ غم سے رہائی رہے

ترا ناخنِ حکم جب تک ہو تیز
یہی اس کی عقدہ کشائی رہے

ترا دستِ ہمت رہے تا بلند
یہہ چارہ گرِ بینوائی رہے

ترا جلوہ جب تک نہ محدود ہو
یہی اس کے دل کی سمائی رہے

رہے وصل جب تک بقا سے تجھے
نہ اس کی ہماری جدائی رہے

رہے تا تجھے حسن پر اپنے ناز
نثار اس پہ ساری خدائی رہے

سبھی جلسے پر خالقِ بینظیر
طبیعت مری اس پہ آئی رہے

کوئی محو ہے گا رہا ہے کوئی
وہ دل کی طرح آ رہا ہے کوئی

ہوا آکے پابوس با صد ادب | کہا اے ہمارے ریاض طرب
تو مثل سحر نور افشان رہے | ہمیشہ ہی شوکت و شان رہے
مین پہلے گیا کعبۂ خیر کو | سنا خود بدولت گئی سیر کو
وہان سے حضور خداوند تخت | ہوا آکے حاضر زہے میرے بخت
ہوا حکم کیون ہین یہ آنکھین پرآب | دیا اُس نے اک خط بجای جواب
لیا شوق سے اور پڑھ کر کہا | کہ اے پیک فرخندہ پے مرحبا
بہت تیز رو اور طرار ہے | بہت اپنے فن مین تو ہشیار ہے
نہین عقل کل کو بھی کچھ ہمسری | تجھی کو ہے زیبا یہ نامہ بری
وہ بولا کہ اے شاہ ملک و سپر | مین ہون کمترین بندۂ بےنظیر
ہوا حرف زن یون شہ پاک ذات | ہمین نے دیے ہین اُسے یہ صفات
وہی کرنا ہو جس مین اُسکی خوشی | کہ عاشق ہی وہ اور معشوق بھی
پسند آئی ہے اُسکی عرضی مجھے | ہے دل سے قبول اُسکی مرضی مجھے
یہ مژدہ تو پہونچا اُسے زود تر | مین اُس کا ہون میرے آئے وہ نامور
مگر کچھ دنون مصلحت ہے یہی | رہے وہ مقام طرب مین ابھی
سپاہ الم سے رہے ہوشیار | حفاظت کرے اُسکی لیل و نہار

پھر آنا یہان جب وہ بھیجے تجھے | کہ وصل اسکا پیشِ نظر ہے مجھے
یہ سُنکر ہوا بحرِ شادی مین غرق | قدمبوس ہوکر چلا مثلِ برق
ملا راہ مین ایک مخبر رواں | یہ سوچا ذری دیر دم لون یہان
تو دیکھا کہ میر سعادت وزیر | لئے ساتھ اپنے سپاہِ کثیر
اسی سمت آتا ہے مانندِ موج | پریشان و خستہ مگر ساری فوج
اسے دیکھکر شوق بے اختیار | پکارا کہ او سرورِ نامدار
یہ لشکر پہ غم کی چڑھائی ہے کیون | سفر کی مصیبت اوٹھائی ہے کیون
وہ آواز پہچان کر شوق کی | بڑھا اسپ دوڑا کے یکبارگی
بنی تھی جو حالت دکھائی اُسے | سُنی اسکی۔ اپنی سُنائی اُسے

مجاہدات

پلا اب تو مے ساقیِ ذی کرم | کہ گھیرے ہوئے ہے سپاہِ الم
اٹھا ساغرِ مے طبیعت سنبھال | مجھے ورطۂ بحرِ غم سے نکال
وہ مے ہو جو دکھلائے اپنی بہار | اُڑون صورتِ بوئے گل اسکی بار
ہے کچھ دھوپ ہلکی سی کہسار پر | شعاعین چمکتی ہین اشجار پر +
تری اوٹھ سبزے کی دھوپ سے اُڑ گئی | ہوا بھی ذری گرم ہونے لگی

پرندے زمین پر اُترنے لگے — ہرن گھل کے جنگل مین چرنے لگے
اُڑے کھول کر قازو سرخاب پر — گرے مرغ آبی وہ تالاب پر
وہ کھیتون مین چڑیان بھی آنے لگین — وہ چُن چُن کے دانے اٹھانے لگین
ہوا پھر وہی کاروبارِ جہان — ہوئے لوگ مصروفِ کارِ جہان
ہوا مین ابھی تک نہین کچھ غبار — رطوبت لگی اُڑنے بن کر بخار
مگر شبہہ مین یہہ نہین آب و تاب — کہ ٹیلون کی ہے اوٹ مین آفتاب
بلندی پہ کچھ دھوپ آنے لگی — وہ کلسون پہ سونا چڑھانے لگی
منڈیرون پہ کچھ کچھ جھلکنے لگی — اتر کر وہ در پر چمکنے لگی
غرض چاکِ جیبِ سحر بڑھ گیا — قریب آدھ گھنٹے کے دن چڑھ گیا
ہزارون جوانانِ لشکر شکن — وہ ہین دامنِ کوہ مین خیمہ زن
وہ ہین چھوڑ کر وہ سب اسبابِ بزم — چلے ہین کسی سمت کو بہر رزم
یکایک کھڑے ہو گئے وہ وہین — کسی نے ابھی اونکو دیکھا نہین
ادہر لوگ کچھ چڑھ کے مینار پر — نظر کرتے ہین دشت و کہسار پر
چمکتے ہوئے خود و تیغ و تفنگ — پھر اُن پر سنہری شعاعون کا رنگ
وہ زر مین چمکتی ہوئین دور سے — کہ گویا بنی تھین وہ بلّور سے

خوشی سے کئے پھر پھریرے اڑائے ہوے — وہ ہر شخص نیزہ اوٹھائے ہوے

وہ گھوڑے سے کنوتی بدلتے ہوے — اشارون مین رگ رگ کی چلتی ہوے

سوارون کی ہردم اسی رہگاہ — کہ اٹھنے نہ پائے کہین گرد راہ

رکے پھر وہ کچھ دور کہسار سے — مخاطب ہوے اپنے سردار سے

وہ کہتا ہی ٹھہرو یہین آس پاس — کہ ہے سخت مضبوط باب سپاس

اسے توڑنا ہے بہت کار سخت — کہ یہ شہر ہے شاہ کا پایہ تخت

مقام طرب خلد منزل ہے یہ — دیار محبت کا حاصل ہے یہ

حیات ابد اس مین اک باغ ہے — مرے دل کو اس باغ کا داغ ہے

ہے قصر اس مین اک عشق جاوید — انھین دونون سے ہے فقط مجھکو کام

اسی غم مین ہے میری حالت تباہ — کہ تھی شاہ ملعون کی یہ سیرگاہ

مگر ہاتھ آنا بھی دشوار ہے — کہ چارون طرف اس کے کہسار ہے

جو ہر جا مین تو ہوگی بیشک شکست — کہ ہے گھاٹیون پر بڑا بندوبست

مگر ایک تدبیر آسان ہے — کہ صحراے وحشت مین سلطان ہے

ہمارا تمہارا وہان کیا گزر — کہ اس جا فرشتون کے جلتے ہین پر

کرین اہل قلعہ کو محصور ہم — رسد سے کرین ان کو مجبور ہم

در قلعہ پر چل گئے ہون جا گیر — مقابل ہو کوئی تو برسائین تیر
یہہ جب آب ودانہ پہونچے تا صبور — ظفر ہوگی ہم کو میسّر ضرور
اودہر آئے جو شاہ بھی قہر مین — تو جانے نہ دین ہم آئے شہر مین
بعد ہر جائے وہ ہو ادہر سدّ راہ — رہے مستعد اس پہ اپنی سپاہ
سُنی سب نے یہہ گفتگوئی عجیب — کہا اوس منار سے وادی قریب
وہ شوری جو اس طرح کرنے لگے — یہہ گھبرا کے فوراً اُترنے لگے
اُترتے ہی پہونچے درِ قلعہ پر — کرین قلعہ بانون کو تا یہ خبر
وہ پہونچے ہی تھے در پہ مغرور سے — نظر آئی کچہہ روشنی دور سے
یہہ کرنین چمکتی ہین کس چیز پر — ٹھہرتی نہین اب تو مطلق نظر
سوار آتے ہین کچہہ ادہر زرق برق — سراپا ہین فولاد وآہن مین غرق
صفائی مین آئینہ تیغ وتفنگ — پہر اون پر شعاعونکی شوخی کا رنگ
وہ بجلی سے کچہہ کم چمکتی نہین — وہ آنکہین نہین جو جہپکتی نہین
یکایک قریب آگئے وہ سوار — مقابل ہوئے پاسبانِ حصار
ہوئی فوج قلعہ کو یہ آگہی — کہ فوج لعینان قریب آگئی
بڑہی آتی ہے دمبدم بیشتر — پہونچتی ہے دم مین درِ قلعہ پر

نظر آتے ہین اُن کے بے طور ڈھنگ
اُسی دم بجا قلعہ مین کوسِ جنگ

زمین اُوسکی آواز سے ہل گئی
سرانِ سپہ کو خبر مل گئی

دیا حکم وقفہ نہ زنہار ہو
اسی وقت سب فوج تیار ہو

یہ سُن کر دلیران و مردان کار
زرہ پوش ہوکر پئے کارزار

نکل کر درِ قلعہ سے ناگہان
ہوئے فوجِ دشمن پہ حملہ کنان

چلین ہر طرف سے یہ توپ و تفنگ
شبِ تار و تیرہ تہا میدانِ جنگ

مفر کی کوئی راہ تکتا نہ تھا
کسی سمت کچھ دیکھہ سکتا نہ تھا

بہت اُڑ گئے گر گئے سیکڑون
ادہر سے اُدہر پھر گئے سیکڑون

مگر جوش مین آکے بڑہتے گئے
وہ سب ہوکے منہ پہ چڑہتے گئے

بہت قلعہ سے شعلہ باری ہوئی
نہ کوئی سپہ پر فراری ہوئی

کشاکش کے قلب و جگر ہل گئے
لڑائی مین آخر وہ یون ہل گئے

نہ باقی رہی کوئی ترتیبِ جنگ
ہوئین بار اُس وقت توپ و تفنگ

حفاظت کو نکلے ہین جو شہر کی
بہت کم ہین تعداد مین یہ ابھی

پہونچتی گئی جن کو جن کو خبر
ہوئے جنگ جو آکے بیرونِ در

ہوئے آگ غصّے مین اہلِ ستیز
ہوا گرم ہنگامۂ رستخیز +

سر و سینۂ و پہلوئے اہلِ جنگ
ہوئے وقفِ گرز و سنان و خدنگ

بہت دیر تک تیر برسا گئے
گلے آبِ خنجر کو ترسا گئے

ہوئے دونون جانب کے ترکش تہی
ہوئی ختم بارش بھی اب تیر کی

اڑے مرغِ جان کچھ پرِ تیر سے
بہت پھل گرے شاخِ شمشیر سے

چلی تیغ تو پشتِ زین پر رکی
جو اُس کو بھی کاٹا زمین پر رکی

جدائی سر و تن مین ہونے لگی
لہو سوگِ دشمن مین رونے لگی

نکالے ہوئے اپنی سوکھی زبان
چلی خون پینے سوے دشمنان

روان ہوتے ہی جان کھونے لگی
گلے مل کے رگ رگ سے رونے لگی

ادھر وار پر وار سب چلنے لگے
شرر اس کے منھ سے نکلنے لگے

سپر کو جو کاٹا تو سر پر گری
جو منھ پر چڑھا اسکو دو کر گری

چلی المضاعف دمِ کارزار
کیا دو پیادون کو راکب کو چار

جو غصے مین آکر ابلنے لگی
لہو منھ سے آخر اگلنے لگی

مٹایا یہان تک عدو کا نشان
ہوئی چشم جو سر سے خود خون فشان

چمک کر چلی وہ شرارت بھری
کسی وقت شعلہ کسی دم پری

گری صورتِ مست وہ جس طرف
ہوئی مست جامِ فنا صف کی صف

چلی یہ تو منھ سب کے پھرنے لگے
ثمر نخلِ ہستی کے گرنے لگے

ہوئی اژدہ جو پیتے پیتے لہو
کیے قطع نخلِ حیاتِ عدو

ہوئی محض بیکار شمشیر تیز
اُٹھے گرز برپا ہوئی رستخیز

چقاچق کی آواز آنے لگی
سپر ہر طرف مُنھ کی کھانے لگی

پڑی جن پہ یک ضربِ اہلِ کین
اُسی جا ہوئے گر کے نقشِ زمین

ہوئے دست و پا سب کے بے اختیار
گرے گرز نیزے سے لیے ایک بار

نہ مانع ہے جوشن نہ مانع زرہ
سنان کھولتی ہے دلونکی گرہ

اِدھر کے ہزاروں یلِ ارجمند
کیے اہلِ وثر نے اسیرِ کمند

بہت دیر یہ حشر برپا رہا
جو نیزے بھی ٹوٹے تو اب کیا رہا

نہیں ہوتی معلوم فتح و شکست
یہ ہیں اہلِ قلعہ بہت جیو دست

اٹھا ہے یہ کیسا وہ گہرا غبار
مخاطب ہیں دونوں طرف کے سوار

بہت غور سے دیکھتے ہیں مگر
نہیں آتا جز تیرگی کچھ نظر

قریب آتے آتے ہوا کم غبار
نظر آئے اس میں علم بے شمار

فصیلوں سے اتنے میں اک ہوشمند
پکارا یکایک بہ بانگِ بلند

کہ اے نوجوانان و مردانِ کار
وہ آتی ہے فوجِ لعین ہوشیار

لعین ابنِ ملعون کا سن کے نام | وہ مردود دیکھا ہوئے پھر تمام
صدا آئی برجون سے یہ ایکبار | کہ اے پہلوانانِ عالی وقار
خبردار ٹھہرو نہ میدان مین | نہین گھر گئے آن کی آن مین
تمہین اس گھڑی ہی میسّر ظفر | چلے آؤ اب قلعہ مین بے خطر
ہوئے نعرہ زن وہ یلانِ جری | کہ تا حشر یہہ تو نہ ہوگا کبھی
یہین مارین گے اور مر جائین گے | نہ قلعہ مین پھر بھاگ کر جائین گے
قریب آگئی اب وہ فوجِ لعین | ہوئے اہلِ دژ سخت اندوہگین
وہی تازہ دم لشکرِ نابکار | ہوا حملہ آور یمین و یسار
گھرے ہر طرف سے یہ مردانِ جنگ | ہوا اہلِ دژ پر بہت وقت تنگ
اٹھائے ہین دستِ دعا جنگجو | کہ یارب ترے ہاتھ ہے آبرو
یہ معلوم ہوتا ہے سب اہلِ دین | کوئی دم مین ہون نذرِ شمشیرِ کین
ادہر کا ہراول ہے کفرانِ جنگ | بڑھا اور کہنے لگا بیدرنگ
اگر خیر مطلوب ہو جان کی | ہمارے حوالے کرو دژ ابھی
ہوئے خشمگین یہ ہژبرِ ژیان | پکارے کہ او مردکِ بدزبان
تو کیا ہے ترا شاہ ملعون بھی | نہین دیکھ سکتا سوے دژ کبھی

منارے پر اک شخص اندوہگین — کھڑا سا ہے لگائے ہوئے دوربین

ہوا دیکھکر سوئے در بے قرار — مقرر ہے یہ پہلوان قلعہ دار

ہے استادہ جس پر یہ فیروزمند — ہے نام اس منار کا بخت بلند

پکارا کوئی دور سے بیدرنگ — کہ تبلا تو کچھ خان تقدیر جنگ

وہ بولا فصیلوں پہ ہے جو سپاہ — کمک کے لیے جائے اس وقت آہ

اُتر کر چلے وہ نبرد آزما — جو باہر تھے اُن کا بڑھا حوصلا

ابھی رستے ہی مین ہین یہ نامدار — اُٹھا پشت فوج عدو سے غبار

پکارا وہین خان تقدیر جنگ — کرو عرصۂ زیست دشمن پہ تنگ

کہ ہمراہ شاہنشہ بے نظیر — وہ آتا ہے میر سعادت وزیر

یہ سنکر دلیران جنگی سوار — عدو پر گرے ٹوٹ کر برق وار

پس پشت دشمن تھے یہ اہل جنگ — ہوا حکم برساؤ تیر و تفنگ

گئے تیری سمت اہل کمک — لعینون ملتی ہین راہ تک

ہوا فوج دشمن کا یہ قتل عام — کہ کشتون کے پشتے لگے ہین تمام

اجل چیخی دوڑو مری سر گئی — کہ مین دوڑتے دوڑتے مر گئی

لعین ابن ملعون بھی مارا گیا — وہ کفران کا سر اتارا گیا

یہہ دیکھا تو لی سب نے راہِ فرار | تعاقب کنان جا بجا ہین بیشمار
ظفریاب ہوکر پہرا وہ وزیر | ہوا دست بوسِ شہِ بلنبطیر
سرانِ سپہ مین ستائش کنان | کہ ہو فتح سلطان کی ہمعنان
یہہ سُن کر یہہ بولا شہِ بلنبطیر | مجھے لاسنے جبدم گیا تہا وزیر
مین اُس وقت وحشت کی عالم مین تہا | غمِ یار سے کچھ عجب غم مین تہا
وہین آگیا شوق سیر انشیر | سُنایا یہہ فرمانِ مہرِ منیر
خبردار اس مین نہ غفلت کرو | مقامِ طرب کی حفاظت کرو
اُسیوقت میرِ سعادت کے ساتھ | روانہ ہوا شان و شوکت کے ساتھ
پہونچ کر بفضلِ خدا وقت پر | کیا فوجِ اشرار کو فی السقر
غرض سب مقاصد جو حاصل ہوئے | مقامِ طرب مین وہ داخل ہوئے
مسرت کی گہر گہر ہوئی دہوم دہام | ہوئے محوِ عیش و طرب خاص و عام

حملۂ ملعون

پلا بادہ ساقی اُٹھا رسمِ شرم | کہ ہو حسب خواہش مری طبع گرم
دے جا مجھے جام تو بیدرنگ | تو پھر دیکھہ میری طبیعت کا رنگ
مخالف ہو مستی مین جورِ روزگار | بدلے کی صورت ہو وہ بہی نثار

چھپے غار مین گرگ و یوز و پلنگ
کہ بدلا ہے قدرت نے موسم کا رنگ

ڈھکین چوٹیان برف سے سر بسر
کہ چاندی چڑھائی ہے کہسار پر

کھلے پھول گیندے کے وہ زرد زرد
چلی آتی ہی کیا ہوا سرد سرد

وہ گل مہندی پھولی کھلے گلفرنگ
چمکتا ہوا وہ ہزارے کا رنگ

وہ نیلم کے ساغر لیے گاسنی
وہ سورج کی ہم شکل سورج مکھی

وہ گوبھی کے پتے اکڑنے لگے
بتاشے بھی دو چار پڑنے لگے

اناروں مین کلیان بھی لو آگئین
وہ کیلون کی پھلیان بھی گدرا گئین

بہی سیب امرود پکنے لگے
وہ شاخون مین کوکے چمکنے لگے

وہ پک کر شریفے ہی سب کھل گئے
ٹپک پڑتے ہین جو ذرا ہل گئے

لدی ہین درختون مین نارنگیان
جھکی پڑتی ہین بوجھ سے ڈالیان

ہزارے لٹکتے ہین کیا لال لال
جڑے ہین زمرد کی جھاڑون مین لعل

غضب عشق پیچان کا شاخون سے میل
وہ نازک وہ باریک پتی کی بیل

تراشے ہین قدرت نے کیا بے مثال
کرن پھول یاقوت کر لال لال

وہ کچھ پھول سرسون مین آنے لگے
ذرا کھیت جوبن دکھانے لگے

کہین چھوٹے چھوٹے وہ چپہ پیا
کہین اودے اودے وہ السی کے پھول

نظر آتی ہے صنعِ ربِّ انام | زمرّد کی چھپریون پہ پنیم کی شام
ہوا جب اڑاتی ہے جنگل کی ریت | تو کیا لہلہاتے ہین گیہون کے کھیت
عمامے کا چلتا نہین زور ہے صبح | ہے سردی کے آگے دولائی ہی ہیچ
رضائی مین چھپ کر جو لیٹے ہین آج | گلوبند سر سے پلیٹے ہین آج
تھا جن جن کو نازک مزاجی پہ لاف | ہین لادے ہوئے وہ بھی بھاری لحاف
بغل مین کوئی دلبرِ گلعذار | کہ سردی مین ہے بس اسی کی بہار
نہین اور جاڑے کا چارہ کوئی | اسے روئی کھوتی ہے بس یا دوئی
ہم آغوشِ دلبر ہے جو شام سے | اُسی کی گذرتی ہے آرام سے
وہ عاشق کہ جن کا نفس شعلہ بار | انھین یار کی سردمہری ہے بار
گری برف ٹھہری جو ٹھنڈی ہوا | رگون مین لہو ابتو جمنے لگا۔
دمِ صبح ہے زور سردی کا اور | جدہر دیکھو ہے چائے و قہوہ کا دور
دھری ہین وہ شیشون کی کثرت حسین | کسی مین برانڈی کہین شام پین
پلاتا ہے بھر بھر کے ساقی ایاغ | ہوا آتشِ تر سے روشن دماغ
کوئی مست ہے کوئی مخمور ہے | کوئی نشۂ عشق مین چور ہے
چلی زور سے کیا ہوا رات کو | قیامت کا پالا پڑا رات کو

تو دوشالے دکھاتے ہین کیا کیا بہار
کوئی شال اوڑھے ہے کوئی جامہ وار

جو کہتے تھے اپنی کو آتش مزاج
چڑھائی ہین دستانے ہاتھون پہ آج

لپٹے تھے جو گرمی کر اندہیر مین
پڑے پائتابون کے اب پیر مین

وہ گل جن پہ ڈھاکے کی ململ تھی بار
نہین آج کمل سے بھی ان کو عار

قبا تھی گران جن پہ تنزیب کی
پہنتے ہین اب کوٹ - اچکن ہی

کہین بکرے مین تاپتے ہین حسین
کوئی ہاتھ ہی سینکتا ہی کہین

وہ رنگین کپڑے چمکتے ہوئے
انگیٹھی مین کوئلے دہکتے ہوئے

نہین بھاتی مطلق درختون کی چھاؤن
ہوا مین ٹھٹھرتی ہین اب ہاتھ پاؤن

نہین چھینٹ سے خالی کوئی دکان
اترتے ہین بانات پھلور کے تھان

نزاکت بھری لکھنؤ کی وہ فرد
کہین سرخ و سبز اور کہین زرد زرد

غرض سب کے لب پر ہی سردی کا ذکر
مگر فضل حق سے یہان کیا ہی فکر

فقیرانہ کمل مین بیٹھا ہی مست
پیالے چڑھاتا ہے جام الست

ردائے نگارین ہی لطف حبیب
رضائی کی جا ہے رضائے حبیب

ہے مجمر یہ سینہ تو دم شعلہ بار
ہین انگارے داغ غم عشق یار

سمجھ لو کہ سوز دل کا الاؤ
فقیر اپنی مونچھون کو دیتا ہے تاؤ

قریب آفتاب چھپنے کے پہونچے مگر ابھی تک نہین آتا سورج نظر
یہ معلوم ہوتا ہے ہے وقت شام قیامت کا چھایا ہے کہرا تمام
یہہ لو چھٹ گیا آن کی آن مین نکلنے لگے لوگ میدان مین
نظر آتے ہین جتنے تالاب خام وہ اوڑھے ہین کھمبی کی چادر تمام
میسر نہین یہہ بھی کپڑا اگر سنگھاڑون کے پتون سے ڈھاکی ہین سر
وہ پانی پہ کائی بھی جمنے لگی وہ کچھ دھار دریا کی تھمنے لگی
وہ ندی کا ذرون پہ بہنا نہین وہ پانی بھی جھیلون کا میلا نہین
سمن ۔ چتیتے لہکے چھپے سیج پر چلے آئے کہسار کو چھوڑ کر
کلنگ اور سرخاب باندھی قطار آبیٹھے آکے جھیلون پہ وہ ہشیار
کناری کناری وہ بگلونکی صف حواصل ممولے بطین ۔ ہر طرف
برابر جو بیٹھے صفین باندھکر کہین جدولین صفحۂ آب پر
پئے سیر اب لوگ جانے لگے شکاری بھی جھیلون پہ آنے لگے
یکایک اُٹھا دشت سے وہ غبار ہوئے لوگ حیرت زدہ ایکبار
ذری دیر گذری ہے اِس کو ابھی نظر آئی کچھ فوج اشرار کی
یہہ دیکھا جو سب نے تو پھر زود تر چلے جانب شہر سب چھوڑ کر

پہونچتے ہی قلعے مین برنا و پیر ‌‌ گئے پیش میر سعادت وزیر

سُنی اُس نے جسدم یہ اُڑتی خبر ‌‌ تو پہونچا حضور شہ دادگر

دعا دی کہ اے شاہ فرخندہ بخت ‌‌ رہے تا ابد تیرا دیہیم و تخت

سُنا ہے کوئی لشکر جنگ جو ‌‌ ہے گھیرے ہوئے شہر کو چار سو

یہ معلوم ہوتا ہے ملعون شاہ ‌‌ خود آیا ادھر لے کے اپنی سپاہ

سُنا یہ تو وہ شاہ فیروز بھر ‌‌ ہوا یون سخن سنج از روی قہر

لعین اور کفران جب آئے بہم ‌‌ تھے اس وقت صحرا و دشت مین ہم

نہ تھا تو بھی قلعہ مین اے خوش صفات ‌‌ مگر رکھ لی اللہ نے اپنی بات

اب اس وقت جو مصلحت ہو تری ‌‌ اسی کو سمجھہ عین مرضی مری

کہا اس نے اے سرور سروران ‌‌ ہے قلعے مین اب لشکر بیکران

جو آتے ہین آنے انہین دیجئے ‌‌ ابھی سے نہ عزم وغا کیجئے

نہین تو یہ خدشہ رہے گا مدام ‌‌ پڑے روز اک جنگ تازہ سے کام

تردد نہ زنہار کچھہ کیجئے ‌‌ مگر حکم اس وقت یہہ دیجئے

کہ سرکردۂ فوج شیخ جلال ‌‌ رہے ہر دم آمادہ بہر جدال

ہے اک اور تدبیر جس سے حضور ‌‌ نہ باقی رہے کوئی اہل غرور

شہر مین جب جاوے لے کی تیغ و تفنگ | اُنھین کر لین حلقی مین سوارانِ خنگ
گھیرین گے تو ہون گے وہ اک دم مین پست | ابھی سے یہ خفیہ رہے بند و بست
کرے چارون جانب سے حملہ سپاہ | نہ باقی رہے ایک بھی کینہ خواہ
طلسمِ مصیبت ہے اک راہ مین | جو بھاگین گرین سب اُسی چاہ مین
غضب کی وہان آگ ہے شعلہ زن | اُسی مین جلین خوب یہ اہرمن
غرض رائے ٹھہری مناسب یہی | کسی کو نہ اس کی ہوئی آگہی
کہا شاہ نے پھر یہ دستور سے | کہ واقف ہے تو دردِ دل سے مرے
جدائی سے گو اُس کی مرتا ہون مین | مگر دن مصیبت کے بھرتا ہون مین
مقامِ طرب مین خدا کی قسم | نہین چین دل کو مرے کوئی دم
یہی جی مین آتا ہے اب اے وزیر | روانہ ہون مین سوئے مہرِ منیر
تجھے سونپ جاؤن یہ ملک و سپاہ | رہے رات دن تو بصد عز و جاہ
سُنا یہ تو بولا وہ دانا وزیر | کہ کچھ یاد ہے حکمِ مہرِ منیر
ابھی آپ چندے اسی جا رہین | جدائی کا غم اور کچھ دن سہین
خدا چاہے تو جلد یکسو ہو جنگ | روانہ ہون پھر آپ اُدھر بیدرنگ
کمر بستہ بہرِ اطاعت مدام | حضوری مین حاضر رہے یہ غلام

غرض کیا مجھے عیش و آرام سے — مجھے عشق ہے آپ کے نام سے
نہ چھوڑی رفاقت کبھی آپ کی — رہا ساتھ صحرای وحشت مین بھی
فراغت جو اس جنگ سے ہو نصیب — چلین دونون سوے دیارِ حبیب
جو یہ عزم ہے پہلے یہ کیجیے — اجازت وہان سے منگا لیجیے
اودھر کی طلب پہلے درکار ہے — کہ بے اذن جانا بھی دشوار ہے
یہہ سُن کر ہوا خوش شہِ بے نظیر — کہ مبنی تھی حکمت پہ راے وزیر
اُٹھا کر وہین خامۂ اشتیاق — یہہ کی صفحۂ غم پہ شرحِ فراق

استعانت

مری روح و سفاکِ رنگین عذار — گلستانِ زخمِ جگر کی بہار
رخِ رشکِ گل کا ہے مدت سے ذوق — سماتا نہین اب مگر دل مین شوق
یہہ رنگِ طبیعت یہ جوشِ فراق — تمھاری گلے ملنے کا اشتیاق
کہین اور ہی گل کھلاے نہ اب — کہ مٹی مین اُمید مل جاے سب
کہان تک اٹھاؤن مین یہ بارِ غم — کہان تک ہون تختۂ مشقِ الم
مین ہون جان کنی مین بچا لو مجھے — تم آکر گلے سے لگا لو مجھے
کئے گرمیِ عشق نے ہوش گم — ہوا اپنے دامن کی دو آ کے تم

کرو تم مرے گھر جو آنا قبول — لٹاؤن مین کیا کیا تمنا کے پھول
نہین اب تحمل کا یارا مجھے — تمہاری جدائی نے مارا مجھے
گئی جان جسدم تم آئے تو کیا — مرے بعد تشریف لائے تو کیا
جوانی کو کہتے ہین اہلِ تمیز — بہارِ گلستانِ عمرِ عزیز
ملو اِس جوانی مین تم اے حبیب — یہ دن اور راتین کہان پھر نصیب
مرے مر ہی جانے سے خوش ہو اگر — تو پھر کیا ضرورت نہ لو کچھ خبر
بلا سے مین جی سے گذر جاؤن گا — کسی کو مگر خوش تو کر جاؤن گا
بلا سے تمہاری جیون یا مرون — مگر تم کو ناراض مین کیون کرون
اٹھائے وہ صدمے کہ گھبرا گیا — لبون پر دمِ مضطرب آگیا
بنے جس طرح اب بلا دیجیے — رہِ آمد و شد بتا دیجیے
اگر میرے ملنے سے ہو تم کو عار — کسی کو کسی پر ہے کیا اختیار
دعا ہے یہی خالقِ ذوالجلال — عدو پر نڈالے محبت کا جال
مرے بعد پھر تم کو فرصت کہان — یہ ہر وقت کا رنج و زحمت کہان
نہین ہرج واللہ میرے بغیر — مبارک تمہین باغِ خوبی کی سیر
جو تم سا بناتا مجھے کردگار — تو پھر کیا تمہین تھے مری دوستدار

تمھاری سوا کون ہی اب شفیق
مرے غم کا ساتھی الم کا رفیق

مرے حال کی ہی تمہین اب خبر
کرو دشمنون سے نہ اب درگذر

مقام طرب سے نکالو انھین
طلسم مصیبت مین ڈالو انھین

مری اختیاری جو ہوتی اجل
تو اب تک نہ ہوتا یہ رد و بدل

کرو تم وہی جس مین تم خوش ہو یار
دعا پر مین کرتا ہون اب اختصار

ہین جب تک کہ گلشن مین استادہ سرو
ہین جب تک خرامان کبک و تدرو

رہو چلتے پھرتے گلستان مین تم
سلامت رہو باغ امکان مین تم

کہی شوق سے دی کے نامہ یہ بات
پھر آتا انھین پاؤن ای خوش صفات

تائید و نصرت

پلا ساقیا ساغر لطف یار
کہ ہو یار تائید پروردگار

پلا مے قیود ات سی دی نجات
کہ قایم رہون صورت محض ذات

گھرا ہون مین انبوہ اوہام مین
دکھا حکم نصرت خط جام مین

قریب آتی جاتی ہی اب دوپہر
پگھلنے لگی برف کہسار پر

صدا ابلقیون سے نکلنے لگی
ہوا بھی ذری تیز چلنے لگی

قریب آگئی وہ درختون کی چھاون
ہوئے خوب قابو مین اب تھے پاؤن

چرائی سے پھرنے لگے جانور　　وہ پانی پہ گرنے لگے جانور

وہ ہر لہر بجلی دکھانے لگی　　نظر پانی پر تلملانے لگی

بہت صاف ہے گو سپہرِ کہن　　وہ منڈلا رہے ہین گرگچہ زغن

درختون پہ بیٹھے ہین کچھ دور دور　　وہ اڑتے ہین تالون پہ بھی کچھ طیور

ہرن اور چیتل نکلنے لگے　　وہ پی پی کے پانی اچھلنے لگے

ہوے آب شیرین سے جو بہرہ ور　　تو کیا کیا کلیلون پہ ہین جانور

جو شاخون پہ مزدور تھے جابجا　　وہ تکتے رہے سایہ اشجار کا

بجے بارہ سب کو خبر ہو گئی　　کہ فرصت ملی دوپہر ہو گئی

مگر وہ پڑے ہین جو میدان مین　　ہین ڈوبے لڑائی کے سامان مین

یکایک یہ ہو طبلِ جنگی بجا　　کچھارون مین کیا گونج اٹھی صدا

کئی روز نقارے بجتے رہے　　ترائی مین بادل گرجتے رہے

رہین تین دن یونہین طیاریان　　فراہم ہوا لشکرِ بیکران

ہے دھوکے مین میر سعادت وزیر　　کہ شاید ابھی اور آئین شریر

اسی سے وہ دانستہ خاموش ہے　　مگر شاہِ ملعون کو جوش ہے

ادھر جتنے افسر تھے سب آ گئے　　وہ قلعہ کی چارون طرف چھا گئے

بڑہی گبر جنگ اور آغا ہوا ۔ غضب جان و خو مین اس اڑیا
پکارا یہ ملعون از روی کین ۔ ہے لینا مجھے انتقام لعین
کرو کوششین آج میدان مین ۔ کرو قتل ان سب کو اک آن مین
ادہر سے بحکم شہ با خدا ۔ بڑہی میر تسلیم و تیغ الرضا
جو یہ دونون لشکر صف آرا ہوے ۔ بہم نار اور نور یک جا ہوے
ہوئی جنگ مغلوبہ تا وقت شام ۔ نہ نکلا مگر اس لڑائی سے کام
یونہین جنگ مغلوبہ ہوتی رہی ۔ اجل بخت ملعون کو روتی رہی
کٹے تین دن اور اسی ننگ سے ۔ فریقین گھبرا گئے جنگ سے
اٹھا ہے وہ میر سعادت ذرین ۔ یہ کہتا ہے اے خسرو منظرین
وہ ملعون مردود رب جلیل ۔ سمجھتا ہے یہ ہے جماعت قلیل
اگر حکم پاؤن لب شاہ سے ۔ نکل آئین فوجین کمین گاہ سے
ابھی چاشت ہے اور آغاز جنگ ۔ پہونچ جائین گے دن ڈھلے بیدرنگ
جو لڑتی ہے اس وقت فوج قلیل ۔ چلی آئی ہٹتی ہوئی تا فصیل
ہٹین گی جو یہ مار کھاتے ہوے ۔ چلے آئین گروہ دباتے ہوے
جو ہو جائین یکجا وہ مانند فوج ۔ نکل کر انھین گھیر لے اپنی فوج

اسی دم بحکم شہ نامور ۔ یہہ پہونچادی مخبر نے سب کو خبر
کہ سرے جس گھڑی وہ بجالِ زبون ۔ نظر آئے سور فوج سے فزون
ملے جب یہہ وہ لشکرِ بیشمار ۔ زمین پر قیامت ہوئی آشکار
کسیکو نہ باقی رہا تن کا ہوش ۔ مگر فوجِ ملعون ہوئی سخت کوش
کہ اتنے مین اک لشکرِ بے حساب ۔ کہ چہرون پہ ڈالے ہوئے ہی نقاب
ہوا اہلِ قلعہ کا آکر معین ۔ یہہ دیکھا تو خائف ہوئے اہلِ کین
پڑے یہہ جو باگین اٹھائے ہوئے ۔ تو بھاگے وہ سب دم دبائے ہوئے
ریا اور کبر و ہوا و غضب ۔ ہوئے ساتھ ملعون کے فی النار سب
جو ناری لڑائی سے زندہ پھرے ۔ طلسمِ معصیت مین جا کر گرے
گرے اس مین جو بلبلِ دردناک ۔ وہین ہوگئین ہڈیان جل کی خاک
نشان بھی ملا پھر نہ بدخواہ کا ۔ فقط رہ گیا نام اللہ کا
مگر شاہ کو ہے یہہ حیرت کمال ۔ کہ آئے کہان سے یہہ قدسی خصال

طریقت

چھکا دے ذرا اب ای ساقیِ ذوفنون ۔ کہ نحن الی ربنا راجعون
نہ چھوٹا کبھی جام سے آج تک ۔ کہ اصبحت و امسیت خیر امسک

دے جا تو ساغر کہ تیرے بغیر — ہے ویرانہ مجھکو حرم ہو کہ دیر
ڈھلاون سنہری ہوئی سطحِ آب — پہاڑون مین چھپنے لگا آفتاب
دکھاتے ہین چوٹی وہ زرین کجوب — گیا بھاگ کر سایہ تاڑون کا دور
چلے سوئے مےخانہ آزاد رند — لگے ڈہونڈہنے آشیانے پرند
شعاعون کے ٹیلون پہ ہین کچہ نشان — چلے گاؤن کو لے کے گلے شبان
وہ مزدور سڑکون سے آنے لگے — سرا کو مسافر بھی جانے لگے
کھچا سرخ پردہ وہ افلاک پر — نہین آتا اب زرد سورج نظر
وہ جو لکہ ابر ہین دور تک — ہے ان مین بھی یاقوت کی سی چمک
شفق پہول کر یہہ ہوئی خون فشان — بنا عرصۂ قتلگہ آسمان
ہوا ہر طرف اک سکوت آشکار — ہوا کم ہوئی ٹھہری دریا کی دہار
جو تھوڑی سی آتی تھی بلبل نظر — وہ سونے کا پتر بنی سر بسر
ہوا جھٹ پٹا وقت بدلا سمان — لگا کھولنے جعدِ شب آسمان
نہین بدلیون مین بھی اب وہ چمک — بنا گنبدِ سنگ سونے فلک
فلک روشنی ونکی کھونے لگا — اندھیرا سا باغون مین ہونے لگا
درخت اپنے چہرے چھپانے لگے — بخارات دریا پہ چھانے لگے

اندھیرا ہوا خوب ہر راہ مین   جلین مشعلین لشکر شاہ مین
اتر کر سواری سے وہ اک جوان   پیادہ ہوا سوئے قلعہ روان
قریب آ کے اس نے اٹھائی نقاب   تو بولا وزیر الممالک شتاب
ارے یہ تو ہی شوق شہ کا مشیر   وہ پہونچا حضور شہ بےنظیر
یہ فرمایا شہ نے کہ اے غمگسار   یہ ہین کون ہمرہان حرمت شعار
کہا اس مین دو شخص سردار ہین   مہمات ملکی کے مختار ہین
ہین سب ان کے محکوم نیرنگ و رنگ   یہ ہین نصرۃ الدولہ تایید جنگ
کہا کیون یہ ڈالے ہین منہ پر نقاب   کہا ہے یہ نامحرمون سے حجاب
گیا شوق یہہ کہہ کے کہسار کو   بلا لایا ہر ایک سردار کو
گیا لے کے شہ ان کو خلوت مین ساتھ   بٹھایا پکڑ کر محبت سے ہاتھ
الٹ کر نقاب ان کے رخسار سے   ملایا وزیر وفادار سے
کہا شوق ہی سے کہ اے غمگسار   بیان کر جو لایا ہو پیغام یار
وہ بولا کہ ہین اوج پر اب نصیب   کہ طالب ہی خود آپ کا وہ حبیب
گیا لے کے جس دم مین نامہ وہان   ہوا مہر مجھہ پر بہت مہربان
بہت غور سے لے کے نامہ پڑھا   بلا کر پھر ان افسرون سے کہا

اسی وقت مع اپنے لشکر کے سب | روانہ ہوئے سوئے مقامِ طرب
یہہ کہنے لگا مجھسے وہ عرش جاہ | یہاں آنے کی ایک قریب ہے راہ
اسی راہ سے اس کو لانا ادہر | کہ ہو منزلوں کی اسے سب خبر
یہہ کہنا تو اس سے کہ سب چھوڑکر | ادہر آ طلسمِ خودی توڑکر
جسے چاہتے ہیں بلاتی ہیں ہم | نظر کردہ اپنا بناتے ہیں ہم
یہہ لے اسکو دینا تو لوحِ یقین | بتادے گی منزل کا یہہ سب کہین
مقام اوّل اوسکا ہی بابِ مجاز | یہہ کہنا کھلے گا وہاں علمِ راز
ہدایت کرے لوح جس بات کی | وہاں تجکو اب ہی کرنا وہی
جو وادیِ حیرت کی حد آئیگی | تو یہہ لوح آئینہ بن جائیگی
نہ دیکھے گا کوئی تو اپنے سوا | انا الحق کی ہر سمت ہوگی صدا
وہاں سے جو گذریگا ہے دشتِ ہُو | نظر آئے گا ایک ہی چارسو
جو کچھ حق ہے دیکھے گا تو بس وہاں | نہ ہوگا کوئی واسطہ درمیان
وہاں سے ہی آگے ہی سرزمین | ملیں گے یہاں پہلے تجھسے ہمین
یہاں تیری نظروں میں ہی یہہ لقا | رہے گا نہ کوئی ہمارے سوا
بس اک عالمِ قدس ہوگا یہاں | تعدد نہ تمیز کا کچھ نشان

نہین منزلِ عشق مین انتظام
ہین وہ کہلانے پر تجہہ کو سارے مقام

نہ شیطان کچہہ ہی نہ طاعت ہی کچہہ
نہ دوزخ یہان ہی نہ جنت ہی کچہہ

نہ ہی جبر کچہہ شی نہ کچہہ اختیار
وہی کفر ہے جو کہے غیر یار

نہ ہی کفر کچہہ شے نہ اسلام کچہہ
نہ زُنّار کچہہ ہے نہ احرام کچہہ

نہ ترتیب کچہہ ہی نہ کچہہ اختلاف
ہے اضداد سی مطلعِ عشق صاف

دوئی کی کسی جا سمائی نہین
یہان غیر سے آشنائی نہین

نہ اقرار ہے کچہہ نہ انکار ہے
جدہر دیکہیے یار ہی یار ہے

نہ مین ہون نہ تو ہی نہ ہی قال و حال
مگر اے نظر کردۂ ذوالجلال

تری اس مین تعلیم منظور ہے
نہین تو رہِ قدس کیا دور ہے

پلک مارنے سے کہین بیشتر
مرے ساتہہ ہوتا تو شیر و شکر

نہین ملتا ہر شخص کو یہ مقام
کہ اس شان کا خاص رحمت ہی نام

جسے چاہین کرتے ہین ہم اس سے میل
کہ یہ سب ہے اپنی عنایت کا کہیل

نہ جس کی ہم اس مین ہدایت کرین
وہ کہایا کرے تا ابد ٹہوکرین

روانہ کئے دو دو زینا اس لیئے
کہ لے آئین یہہ تجہکو آرام سے

کرین گے ابد تک نہ تجہکو جدا
جو وعدہ کیا ہے کرین گے وفا

سنا یہ تو وہ عاشق مستنیر ۔ اٹھا حسب فرمان مہر منیر
وہان جتنے قلعے فلک قدر تھے ۔ حوالے کیے خان تقدیر کے
مقرر کیے اپنے نائب وہان ۔ سحر ہوتے ہی ہو گئے سب روان
ثناخوان رب یگانہ ہوئے ۔ سوئے قدس پانچون روانہ ہوئے

عزم طلسم

پلا ساقیا دور گم ہون حواس ۔ کہ جوبن دکھائے بسنتی لباس
اٹھا جام زرین پلا بیدرنگ ۔ کہ عاشق کے حصے مین ہی زرد رنگ
ڈھلے زعفرانی شراب مغان ۔ کہ مستی مین کھولون مین راز نہان
وہ نور آئے آنکھون پہ ہی کیا سمان ۔ چمکتی ہین پکھراج کی کلغیان
دکھاتے ہین دو چار پھول اب ببول ۔ ہین پر دو رنگ پھولے سرسون کے پھول
ہے اس زرد چادر مین اتنا اثر ۔ ادھر جا کے آتی نہین پھر نظر
دیا کس نے یہ آب زر بیقیاس ۔ کہ ہر کھیت کا ہے بسنتی لباس
یہ زربفت اور کامدانی کا کام ۔ کیا کس نے مخمل پہ یکسان تمام
یہ مستی دکھائی ہی ہر پھول نے ۔ کہ آنکھون مین سرسون لگی پھولنے
نظر طرفہ تر رنگ لانے لگی ۔ ہتیلی پہ سرسون جمانے لگی

چلی لوٹنے رنگ عشاق کو
وہ سوجھی نہ سوجھے جو قزاق کو

طبیعت جو یہ لطف اٹھانے لگی
رقیبوں پہ زردی سی چھانے لگی

سنہری ہوئی سن کی پکی پھلی
چھڑے اور چھاگل بجانے لگی

گئے ہین کھجوروں کے وہ چمپئی
پھبائی ہے موسم نے چمپا کلی

وہ پھولا کسم غیرت زعفران
بنا رشک کشمیر ہندوستان

سنہری امبیل کی نتھہ پھول
وہ پہنے ہی اور کیل ہے زرد پھول

چمکتے ہین گوندی کے پھل دور سے
کہ یہ قدرتی زرد موتی پھلے

چمک مین وہ سینکو نکلی ہی کیا بہار
کہ قدرت نے کھینچے ہین سونے کی تار

وہ ہلتی ہی سرسے کی سوکھی پھلی
لٹکتی ہی سونے کی پاپچلڑی

جو بندے ہین پکھراج کے زرد بیر
دکھاتی ہین سونے کی جگنو کنیر

مٹکی وہ پھلیان جو پکی تھین سب
وہ زرکوشن ہین کس نے آب

وہ کیا کیا چمکتی ہی کمرکھ کی پھانک
بٹھائی ہی قدرت نے کندن کی ٹانک

وہ لیمون جو ہین کاغذی سبز تر
لٹکتے ہین اب بن کے تعویذ زر

بہاری کسونجی سے ہے جو سلامنے
بلاق اسکو سونے کے کس نے دی

وہ پہنے ہین ہر دو پہ کی بھی ڈالیان
سنہری امبیل کی بالیان

وہ گیندے کی شاخیں جو تھیں سبز فام ہیں لٹکے کندن کے جھمکے تمام

ہوئی زرد یک کر پھلی سیم کی چمکتی ہیں کیا بجلیاں چپ چپی

خزاں بھی ہی گو بعض اشجار کی وہ ہلتے ہیں پتے سنہرے ابھی

وہ چمپا کہ خجلت دہ لاجورد ملا کیا ہی جھومر اسے زرد زرد

اٹھائے ہوئے ہاتھ سورج مکھی دکھاتی ہے سونے کی وہ آرسی

ہوئی الفت ایسی اسے مہر کی کہ بڑھ بڑھ کے کندن کی کنگن بنی

جو داؤدی کے زرد غنچے کھلے کرن پھول ان کو کہاں سے ملے

وہ پہنے ہوئے سبز پتے کہیں گل اشرفی کی حمائل حسین

ہری گو دھکیلے کی تھی جو ادھر بنی جھاڑ پکھراج کا سر بسر

لیے جام زریں بعد آب و تاب وہ کیا زرد زرد آج پھولا گلاب

پپیتے کو۔ امرود کو۔ شکل ورد دیے گیندے کس شوخ نے زرد زرد

سنہری جو گو بھی ہیں پھول آئی ہیں کٹوری پہ سونے کے اوندھائی ہیں

چھڑک کر زبرجد کو ندوں پہ شیر اٹھایا ہے بیسن کا کس نے خمیر

وہ پھولوں پہ ہر سمت چھایا بسنت وہ بلبل بھی گاتے ہیں کیا کیا بسنت

عجب مست خوشبو ہے ہوری کی آج کہ پرہیزگاروں کا بدلا مزاج

درختون سے وہ اُترتی آتی ہے دھوپ
زمین پر بھی سونا چڑھاتی ہی دھوپ

پڑا زرد کرنون کا عکس آب مین
ہوا زرد پانی بھی تالاب مین

جو اُڑتی ہین مرغابیان کچھ اُدھر
اُڑاتی ہین پیلو وہ ہرتال پر

لئے جاتے ہین آج اہلِ عقول
کوئی زعفران کوئی ٹسن کوئی پھول

بسنتی ہی یہ جامہ ہر بشر
کہ ہلدی بھی شرماتی ہی دیکھکر

ہے معشوق یا عاشق درد سے
جسے دیکھئے زرد ہی زرد ہے

نہ کیون اتنی زردی پہ ہو عقل دنگ
یہ چھایا ہی اُڑ اُڑ کے عاشق کا رنگ

مگر دم محبت کا بھرتا ہوا
وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا

لئے ہے کسی کی محبت مین جوگ
وہ سنتا ہی بس جوگیا اور بروگ

غضب ہوگا اُس کا رخِ دلپذیر
ہے پروانہ جس شمع کا بے نظیر

وہ کندن سا چہرہ دمکتا ہوا
وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا

بسنتی فقط ایک تہ بند پاس
سجیلے بدن پر غضب کا لباس

رفیق اُس کے کیا کیا محبت شعار
حسین و طرحدار عالی وقار

مزاج اوسکا ہر دم سنبھالے ہوئے
وہ سانپ آستینون مین پالے ہوئے

جبین سے عیان فرِ شاہنشہی
فقیری مین بھی صولتِ خسروی

بھرا پاک دل مین کسی کا نیاز
پر اِس پر بھی ہر لحظہ سرگرم ناز

یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر
ہوا زلفِ جانان کا تازہ اسیر

جو چلتا ہے وہ تو گرفتارِ غم
اُٹھاتا ہے کس ناز کی سی قدم

چلا اس ادا سے وہ شاہِ چگل
کہ بس پیس ڈالے دو عالم کو دل

جو کہتا ہے کوئی کرم کیجیے
ذرا دیر سامنے مین دم لیجیے

تو کہتا ہے وہ ہنس کر او بیخبر
جچے گا یہ آسن دریار پر

کھلا اس پہ ایسا بسنتی لباس
کہ سورج ہوا دیکھکر بد حواس

اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا
اُسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا

بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے
بہت نام ہی سُن کر عاشق ہوئے

زمانہ کُل اُس کا بردگی بنا
خدا جانے یہ کون جوگی بنا

باب غفلت

پلا ساقیا ساغرِ بسم نشان
دکھا مجھکو نشہ مین سیرِ جہان

کہان کی حیا اور کیسا حجاب
دیے جا تو بھر بھر کے جام شراب

پلا دے مئے وصل کے خم کے خم
کہ ہون ذوقِ مستی مین بیہوش ہم

شفق نے جو چھڑکا فلک پر شہاب
اُٹھا خون مین ڈوب کر آفتاب

اثر نیند کا صبح کھونے لگی
تجلی رخِ مہر دو ہونے لگی

سحر مَل کے غازہ ہوئی خندہ زن
لگی پھوٹنے زعفرانی کرن

ہوا جادہ پیما شہِ بےنظیر
جلو مین وہی اسکے چارون مشیر

بلاگرد اقبالِ فیروزمند
لگائے ہوئے چترِ بختِ بلند

وہ شاہِ زمانہ اسی شان سے
چلا جا رہا ہے عجب آن سے

نظر آیا وہ ایک بابِ بلند
رفیقون سے بولا وہ اقبالمند

یہ کیسی عمارت ہی کیا نام ہے
بھلا اس کا جنگل مین کیا کام ہے

وہ بولے کہ ہے کوئی شہرِ حجاب
اسی کا ہے یہ بابِ غفلت مآب

کہا کس کے ہے زیرِ فرمان یہ شہر
ہوے حرف زن یون وہ فیروز بہر

کہ اس کا بھی حاکم ہے نفسِ شریر
پر اے عاشقِ صادقِ بےنظیر

وہان کا ہے کچھ اور ہی انتظام
نہین منزلِ عشق سے اسکو کام

کہا شہ نے دیکھون گا مین بھی اسے
یہ سن کر یہ کی عرض اصحاب نے

کہ ہی شاہِ راہِ محبت قریب
ادہر جانے سے ہوگی زحمت نصیب

نہ زنہار جائین ادہر کو حضور
کہ پھیر اس طرف سے پڑیگا ضرور

وہ اک راہ ہے دور و تاریک تر
بہت کم نکلتے ہین اس سے بشر

کہا شاہ نے یہ مرے دل مین ہے | کہ سب دیکھون جو پہلی منزل مین ہے
یہ کہکر چلا سوئے شہر حجاب | بڑے ہے آگے یاران حکمت مآب
ادہر کے ارادے جو کامل ہوئے | وہ سب باب غفلت مین داخل ہوئے
نظر کی جو پھر کر ادہر اور ادہر | تو اک دوسرے کو نہ آیا نظر
جو پیش آئی راہ امید و ہراس | پریشان ہوئے پانچون شکل حواس
چلا شوق پر سوئے مہر منیر | یہ سمجھا ملے گا وہین منظر بیر

حیلہ

اٹھا ساقیا جام صہبائے ناب | کہان تک پھرون دشت غم مین خراب
پلا ساغر عشق وہ بیمثال | کہ ٹپکے نگاہون سے رنگ جلال
بنا نشۂ مے کو وجہ سرور | ہے دنیا مین ہر کار حیلہ ضرور
گیا شمس جو تا بہ نصف النہار | بنی سطح بحر روان شعلہ زار
ہوئے دہوپ سے گرم دشت و جبال | دکھانے لگا مہر تابان جلال
صف آرا شعاعون کا لشکر ہوا | درختون کا سایہ برابر ہوا +
سنو حال اب شاہ آفاق کا | بڑہا حوصلہ چشم مشتاق کا
چلا جا رہا ہے اٹھائے قدم | نہین کچھ رفیقون کے چھٹنے کا غم

گیا ہوگا کچھ دور شاہِ جہان ۔ یکایک ملا دشتِ مازندران
وہ صحرا کہ پُر از ہول و خوف و خطر ۔ کفِ دست میدان آیا نظر
نہ پانی کہ تازہ ہو جانِ حزین ۔ نہ سایہ کہ دم لے مُسافر کہین
نہ جانے کا رستہ نہ جا قیام ۔ جدہر دیکھو سُنسان جنگل تمام
تھکا جو وہ شاہنشہِ نامدار ۔ ہوا خستگی سے بہت بیقرار
نظر آئی جو شکلِ بیچارگی ۔ زمین پر گیا بیٹھ یکبارگی
کہ اتنے مین مانندِ نخلِ کہن ۔ دکھائی دیا شہ کو اک اہرمن
وہ غولِ بیابان اُسے دیکھکر ۔ یہہ سمجھا دیا حق نے حلوائے تر
پڑا کھول کر منھہ سوئے پادشاہ ۔ مگر ملتے ہی اُس حزین سے نگاہ
جلالِ محبت اثر کر گیا ۔ وہ ہستی سے اپنی سفر کر گیا
گرا ہو کے بے خود وہین خاک پر ۔ یہہ دیکھا تو اُٹھا شہِ دادگر
ندا و ترحّم ز راہِ کرم ۔ گیا پڑھ کے اس وقت کچھ بیش و کم
اُسے ہوش آیا تو پروانہ وار ۔ ہوا اس چراغِ کرم پر نثار
پڑا کر اُسے دوش پر ناگہان ۔ ہوا دشت سے شکلِ صرصر روان
گیا لے بہ ذی دودہ یادفا ۔ کہ دیوون کا لشکر نمایان ہوا

پیادہ ہوئے سب اُسے دیکھکر — تو سمجھا وہ شاہنشہِ دادگر
کہ بیشک یہہ پریون کا سردار ہی — مری دوستی کے سزاوار ہی
بہت کام نکلین گے اِس سے یہان — اِسی فکر مین ہی شہِ دوجہان
کہ اُس دیو نے آن کی آن مین — اُتارا اُسے لا کے ایوان مین
ہوا گرم سامانِ عیش و نشاط — بڑھانے لگا دمبدم انبساط
کہا شہ نے تو کون ہے کیا ہی نام — کہا اُس نے اے شاہِ عالی مقام
مین ہون دیو حیلہ مرا نام ہے — حفاظت یہان کی مرا کام ہے
ہین جتنے یہہ باشندۂ دیوسار — تنومند مانندِ نخلِ چنار
مرے زیرِ فرمان ہین اے شاہِ دین — کسی بات مین عذر اِن کو نہین
یہان کوہ پیکر ہی رہتے ہین سب — اِسی سے ہین دیو کہتے ہین سب
گیا تھا سوئے دشت بہرِ شکار — ہوا آپ سے راستے مین دوچار
مگر جب سے مین اِس تحیر مین ہون — گرفتار بندِ تفکر مین ہون
کہ کیا اِس سفر کا بہانہ ہوا — یہان آپ کا کیونکر آنا ہوا
سُنائی اُسے شہ نے کل داستان — کیا راز پوشیدہ سارا عیان
یہہ سب کہہ چکا جو شہِ خوش نہاد — گرا اُس کے قدمون پہ وہ دیو زاد

اٹھا کر سر اُس کا شہنشاہ نے — گلے سے لگایا بڑے پیار سے
کہا اُس نے ہوں سخت نادم حضور — مجھے سمجھیں پر اپنا خادم حضور
محبت کا دل سے خریدار ہوں — اشارے پہ مرنے کو تیار ہوں
ہوں ہمدم جہاں آپ جلوہ فروش — ہے خدمت کو حاضر یہ حلقہ بگوش
یہ کہکر کیا یاد خاصہ شتاب — چنانچہ پیشِ سلطانِ عالی جناب
شہِ دو جہاں نے تناول کیا — اولش اپنا سب کو تبرک دیا
رہا کچھ دنوں جو وہاں وہ امیر — ہوئے مرد و زن سارے فرمان پذیر
بلا کر یہ حیلے سے اک دن کہا — کہ اس سرزمین پر بہت ہیں رہا
ارادہ ہے چندے سفر کیجیے — کہیں چل کے کچھ دن بسر کیجیے
یہ سُنکر بہت عذر اُس نے کئے — نہ مانا کوی شاہِ آفاق نے
کہا اُس نے ای شاہِ میرو وزیر — بہر حال ہوں میں تو فرمان پذیر
یہیں آج شب بھر بسر کیجیے — دمِ صبح عزمِ سفر کیجیے
یہاں سے ہے نزدیک ملکِ قاف — بہت پُر فضا ہے بہت پاک و صاف
وہاں کے ہیں انسان جیسے حسین — کہیں ایسے دُنیا میں ہوتے نہیں
کہ وہ جا رچتیہ کا ہے ملکِ سرد — پری عورتیں ہیں پری زاد مرد

ہنین مفلسی کا ہی نام و نشان ‏ جواہر پری ہے وہان حکمران
غضب شوخ و آفت ہی فتنہ شریر ‏ ہنین حسن مین کوئی اُس کا نظیر
وہان کی بھی کچھ سیر فرمایئے ‏ جہان چاہیے جی پھر وہان جایئے
پھرین آپ کاندھے پہ میرے سوار ‏ مین ہر وقت ہر جا ہون خدمتگار
کہا شہ نے بہتر ہے یہ بھی ہی ‏ وہین چل کے دیکھین ذرا دل لگی

ملکِ قاف

صبوحی پلا ساقیا زود تر ‏ کہ ہے عین مستی مین عزمِ سفر
وہ مے دے کہ گو مستِ صہبا رہون ‏ جو ہمکون بھی تو راہ پر آ رہون
اٹھا جامِ زر دور کر یہہ حجاب ‏ سراپا بنا مجھکو روحِ شراب
شبِ مہ کی ٹھنڈی ہوی گرمیان ‏ شعاعین دکھانے لگین شوخیان
دمِ صبح سپید و اُڑانے لگا ‏ چراغِ کواکب بجھانے لگا
اُٹھانے لگا مہرِ تابان نقاب ‏ تجلّی مین چھپنے لگا ماہتاب
زمانے پہ چھایا جو رنگِ سحر ‏ وہان سے کیا شہ نے عزمِ سفر
اُڑا لے کے وہ دیو مازندران ‏ ہوا پانچوین روز داخل وہان
نظر آیا اک شہر مینو سرشت ‏ سواد اُس کا رشکِ ریاضِ بہشت

ٹہلتی ہے بادِ بہاری کہین | پہاڑون سے چشمے ہین جاری کہین
کہین لالۂ خودرو کہین ارغوان | کہین سنبلِ تر کہین زعفران
غرض ہر طرف وادی و مرغزار | درختانِ سرسبز تازہ بہار
جو یہہ عالمِ لطف آیا نظر | تو اترا وہین وہ شہِ نامور
ہوئی محوِ نظارہ چشمِ حباب | پڑی بہرِ پابوس ہر موجِ آب
لبِ جو تہِ نخل وہ بیٹھہ کر | لگا دیکھنے جانبِ بحر و بر
کہین اُڑتے ہین ڈالیون پر پرند | کہین سبزہ پر دوڑتی ہین چرند
نگاہون کا اُس کی یہہ چھایا اثر | کہ تسخیر ہر سو ہوئی جلوہ گر
پھنسے دامِ الفت مین سب وحش و دام | غزالانِ صحرا ہوئے اُسکے رام
نکل کر سرِ ریگ بیتاب سی | تڑپنے لگی ماہیِ آب بھی
بہت سیر سے دل کو فرحت ہوئی | ہم آغوشِ خاطر مسرت ہوئی
اِسی طرح وہ شاہِ عالی مقام | رہا گرمِ نظارہ تا وقتِ شام

جواھر

پلا ساقیا لے کے تو دم کی خیر | کہ مستی مین ہو ملک خوبانکی سیر
اُٹھا جام کر زود تر کامیاب | نہین تو کہان پھر یہہ عہدِ شباب

مے وصل سے کر کے مجھے بے خبر — قریب آگئی شام غفلت نگر
شفق کی وہ سرخی ہوئی آشکار — سنہرا ہوا قلۂ کوہسار
لگا کرنے حل آسمان زعفران — لب سنتی ہوئی سطحِ آب روان
کنارِ فلک آگیا آفتاب — روانی سے رکنے لگی موجِ آب
یہ دیکھا تو سلطانِ عالی گہر — بڑھا جانب شہر مثلِ نظر
ہوا چوک کے سمت پہلے گزار — تو دیکھا برنگِ عروسِ بہار
چپ و راست آراستہ ہر دکان — ٹہلتے ہین سرمست کیا کیا جوان
عمائد بھی کچھ شہر کے ذی وقار — چلے جا رہے ہین فٹن پر سوار
بہت گل رخون کو بٹھائے ہوئے — وہ جاتے ہین وگنٹ اڑائے ہوئے
وہ نازک حسین جنکی عالم مین دھوم — ہے ان سب کا اُس پارک مین کیا ہجوم
وہ پھولونکی کلغی لگائے ہوئے — نزاکت سے چابک اُٹھائے ہوئے
نظر آتی ہے شانِ حسن آفرین — ہوا کھانے نکلے ہین کیا کیا حسین
کھڑے ہین وہ مالی اُدہر بیشمار — لئے کامنی اور سیوتی کے ہار
وہ پھولون کے گجرے مہکتے ہوئے — گلون کے گلے مین چمکتے ہوئے
چلے آتے ہین وہ ہزارون نگار — مزے لوٹتی ہے نظر بار بار

تماشائیون کا ہے یہہ ازدحام — کہ چھلتے ہین کاندہون سے کاندہے تمام
حسینون کا جھُرمٹ جدہر دیکھیے — نظر کو یہہ حیرت کدہر دیکھیے
لباعطر مین تر ہر اک کا لباس — معطر ہو جس سے دماغِ قیاس
گیا ایک تفریح کنان دہ جبری — گیا سوئے قصرِ جواہر پری
ورکے سے تھی وہ تماشا کنان — پڑی اُس جوان پر نظر ناگہان
تو دیکھا کہ رشکِ مہ و آفتاب — ہے اک نوجوان مستِ حسنِ شباب
نئی وضع ہے طرفہ انداز ہے — ہر اک گام پر فتنہ پرداز ہے
بنائے ہوئے جوگیو نکا وہ بھیس — نہ معلوم چھوڑی ہے کیون اپنا دیس
فقیری مین بھی ہے عجب عز و جاہ — مقرر کسی ملک کا ہے یہہ شاہ
ہے گو گرد مین روشنی رخکی ماند — چھپا ہے کہین خاک ڈالی سے چاند
بلا کی ہے چھل بل غضب کی اُمنگ — نگاہین لگاتی ہین دل پر خدنگ
یہہ دیکھا تو رخصت ہوئی صبر و ہوش — گری کھا کے غش وہ بتِ خود فروش
انیسون جلیسون نے اُٹھکر شتاب — سنگھایا اُسے عطر چھڑکا گلاب
اُسے ہوش آیا تو بے اختیار — ہوئی کھینچ کر ایک آہ اشکبار
گھٹے صبر و تسکین بڑھا دردِ دل — ہوئی کثرتِ گریہ سے مضمحل

کھٹکنے لگا سینے مین خارِ غم ۔ چبھا دل مین پیکان تیرِ الم
ستانے لگا خود بخود اضطراب ۔ ہوا کارگر عشقِ خانہ خراب
ہوئی اُس کے ملنے کی حسرت کمال ۔ لگا چٹکیان لینے شوقِ وصال
تھی ایک اُسکی ہمراز گوہر پری ۔ الگ کر کے اُس کو یہہ کہنے لگی
کہ اس نوجوان نے تو مارا مجھے ۔ مِلا اُس سے جلدی خدارا مجھے
نہ لائے گی اُسکو تو مر جاؤنگی ۔ تڑپ کر مین جی سی گذر جاؤنگی
عوض اِس کے دون گی زر و ملک و مال ۔ کرون گی تجھے ہر طرح سے نہال
وہ کہنے لگی خیر جاتی ہون مین ۔ جو آتا ہے تو ساتھ لاتی ہون مین
مگر لاابالی ہے وہ نوجوان ۔ مین کیونکر کہون آئے گا خود یہان
چلی وہ پری زاد محشر خرام ۔ ادب سے کیا جا کے اسکو سلام
کہا شاہ جی کیونکر آئے یہان ۔ کہان جائے گا ہے آسن کہان
تکلف نہ ہو تو ذرا آئیے ۔ وہان تک قدم رنجہ فرمائیے
نظر آتا ہے جو محل سامنے ۔ سجا ہے اُسے خوب خدام نے
یہی آرزو ہے کہ اب وہ مکان ۔ بنے فیضِ مقدم سے رشکِ جنان
کہا شہ نے چل دور ہو اے پری ۔ کسی اور سے جا کے کر دل لگی

فقیرون کو کیا اہلِ دنیا سے کام — سبھی ایسی تواضع کو میرا سلام
کہا اُس نے اے مالکِ دوسرا — سبب ہے اسی بات سے یہہ مرا مدعا
جھروکے مین تھی شاہزادی ابھی — نظر آپ پر اُس کی ناگہہ پڑی
سمجھکر مسافر یہہ مجھہ سے کہا — کہ تو شاہ صاحب کو جا جلد لا
وہ آئین تو ہو سرفرازی ہمین — کہ واجب ہے مہمان نوازی ہمین
مرے گھر مین ہون جو وہ رونق فزا — یہہ غم خانہ بن جائے عشرت سرا
فقیرون سے ہے اسکو الفت بہت — سو ہے واللہ مشتاقِ خدمت بہت
کہا اُس جوان نے کہ اے بیسوا — خوشامد سے مجھکو لُبھاتی ہے کیا
کہان شاہزادی وہ رشکِ چمن — کہان مین مسافر غریب الوطن
پریشان دل مین کہان یہ ہوس — کہ بیٹھون مین جا کر کسی گل کے پاس
نہین اُس کے ملنے کی پروا مجھے — اگر وہ ہے مشتاق تو کیا مجھے
کسی سے غرض مجھکو اصلا نہین — مگر دل نہ ٹوٹے کسی کا کہین
اگر واقعی دل سے یہ بات ہے — کہ منظور اُسکو ملاقات ہے
تو خود آ کے مل جائے مجھ سے یہان — نہین ہم مین وہ گل کہان مین کہان
مسافر فقیر اور دل بے قرار — پھر ایسون سے رہنے کا کیا اعتبار

طبیعت کا ایما جدھر پاؤن گا ۔ یونہین سیر کرتا چلا جاؤن گا
یہہ سُنکر ہوئی دنگ وہ حیلہ جو ۔ کہا جا کے اُس سے کہ اے شعلہ رو
نہین تجھکو یہ نازا میری مین بھی ۔ بہت دُور ہے وہ فقیری مین بھی
مین کہتی تھی تجھسے نہ آئے گا وہ ۔ مجھے چٹکیون مین اُڑائے گا وہ
کہا تھا یہ گو فکرِ انجام نے ۔ وہی بات آئی مگر سامنے
سخن معجزہ سحرِ گفتار ہے ۔ مگر ایک ہی شوخ و عیار ہے
مین واری گئی جلنے دی یہ خیال ۔ ہے ایسے کے ہاتھون سے جینا محال
نہین میرے کہنے کا اُس کو یقین ۔ تجھی کو بلاتا ہے ظالم وہین
کہا اُس نے جو ہونی ہو اب سو ہو ۔ نہین تاب لیکن دلِ زار کو
پرکھتی نہین بات کھوٹی کھری ۔ ذرا دل مین اپنے سمجھ اے پری
فقیر ایسے ہوتے ہین نازک مزاج ۔ ہے بیشک کوئی صاحبِ تخت و تاج
وہ آتا نہین تو مین خود جاؤن گی ۔ اُسے دل مین بہلا کے آؤنگی
یہ کہکر مکان سے بحالِ تباہ ۔ اٹھی یک بیک صورتِ دودِ آہ
وہ گوھر کو لے کر روانہ ہوئی ۔ قدمبوسِ شاہِ زمانہ ہوئی
ہوئی پاؤن پر رکھکے سر اشکبار ۔ یہہ کی عرض اے مایہ افتخار

یہ کیون آپ کو مجھ سے وحشت ہوئی ‏ یہ کیون کفش خانہ سی نفرت ہوئی
یہ سچ ہے مین خدمت کے قابل نہین ‏ کسی طرح صحبت کے قابل نہین
مگر آپ کو نوکرہ چاہیے ‏ غریبون کا بھی درد و غم چاہیے
کہان ایسے ہم لونڈیون کے نصیب ‏ کہ الفت سے بھلائین حضرت حبیب
ہی یہ بھی بس ان کے خدمتگزار ‏ کرین دولت و دین و دل سب نثار
یہہ سن کر ہنسا خسرو بےنظیر ‏ کہا اس سے ہم تو ہین مرد فقیر
دیا چھوڑ اپنا ہی جب تخت و تاج ‏ تو پھر کیا کسی کی ہین احتیاج
کہا آپ اب فخر آفاق ہین ‏ سلاطین آفاق مشتاق ہین
خدا رکھے ہین آپ کو بے غرض ‏ نہین دوستی دشمنی سی غرض
مجھے تو ہے اپنی محبت سے کام ‏ کہ بے عشق ہی زندگانی حرام
ضرور آپ کو گھر مین لیجاؤنگی ‏ نہین منھ کسی کو نہ دکھلاؤنگی
کوئی اور صورت نکالونگی مین ‏ منگا کر ابھی زہر کھالونگی مین
خدا نے کیا آپ پر یہہ کرم ‏ نہ رکھئے روا عاجزون پر ستم
یہہ مانا کیا مجھکو خانہ خراب ‏ خدا کو بھی دینا ہے اک دن جواب
کہا شہ نے اس سے غرض کچھ نہین ‏ ہین پر بندہ عشق ہم اے حسین

تری دل مین ہی درد سوز وگداز
نہین تجھ سی کچھ اب ہمین احتراز

جسے ہم سے الفت ہو وہ خوب ہے
محبت کی گالی بھی مرغوب ہے

جواہر یہ بولی کہ گو ہون کنیز
ہون خادمہ کب مجھی یہ تمیز

مگر آپ بندہ نوازی کرین
مرے درد کی چارہ سازی کرین

ہون رونق فزا چل کر ایوان مین
کرین سیرِ خوبان پرستان مین

یہہ سُنکر اٹھا وہ شہِ خوش نہاد
چلا صورتِ موج بادِ مراد

پری قاف کی دیو بازندران
ادب سے ہوئے ساتھہ اُسکے روان

اسی طرح وہ سب کی سب آن مین
ہوے جلوہ گر آکے ایوان مین

غرض دیکھتا بھالتا ہر مکان
سرِ بام پہونچا وہ شاہِ جہان

تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اسقدر
نگاہین پھسلتی ہین دیوار پر

کنول۔ جھاڑ۔ فانوس ہانڈی گلاس
ہر اک وضع کے آئینے بیقیاس

لگے ہین قرینے سے سب جابجا
جنان کی طرح سارا کمرہ سجا

چڑھین بتیان شک کافور کی
تجلی ہر اک شمع مین نور کی

منبت منقش در و بام سب
مہیا ہر اِک سازِ عیش و طرب

تنعم کے اسباب پہلی ہی سے
زیادہ ضرورت سی موجود تھے

جو شہ کو پسند آگیا وہ مکان | اُسی جا کیا خامہ بھی نوشِ جان
وہین دیر تک گرم صحبت رہی | بہم رسمِ حرف و حکایت رہی
فراغت ہوئی جشنِ راحت سے جب | ذرا دیر کو سو رہے سب کے سب

نقشِ سلیمان

پلا ساقیا جامِ فرحت اثر | کہ اٹھلا رہی ہے نسیمِ سحر
بنا بیخود و مست کر دل کو شاد | دکھا نشہ مین سیرِ باغِ مراد
اٹھا بے جھجک ساغرِ لالہ فام | مے وصل سے کر مجھے شادکام
جو راہی ہوا کاروانِ نجوم | ہوئی آمدِ مہرِ تابان کی دھوم
شفق مین چمکنے لگی وہ کرن | سنہری ہوئی سقفِ چرخِ کہن
ملی روشنی مہر کے جام کو | اندھیرا نہ باقی رہا نام کو
جواہر اٹھی بسترِ ناز سے | جگایا اُسے حسنِ انداز سے
حوائج سے فارغ ہوا جب وہ شاہ | تو کہنے لگی اُس سے وہ رشکِ ماہ
ہے نقشِ سلیمان یہان یہ باغ | کہ رضوان کا جس سے ہو تازہ دماغ
کھلے ہین ہزارون طرح کے گلاب | وہان اور پھولون کا پھر کیا حساب
چہکتے ہین کیا بلبلِ خوش نوا | سہانا یہی وقت ہے سیر کا

کہا شہ نے بہتر ہے چلیے ابھی وہین چل کے بہلائین کچھ دیر جی
یہہ کہکر اُٹھے دونون وہ بامراد چلے جانب باغ مینو سواد
ابھی ہین وہ گو لچہ گلستان سے دور لگا کھینچنے دل لحن طیور
جو پہونچا در باغ تک وہ نگار قدم لینے دوڑی نسیم بہار
دعائین لگے دینے برگ چمن گئی لوٹ پاؤن پہ شاخ سمن
ہرا فرش سبزہ بچھانے لگا قدم سر پہ جادہ اٹھانے لگا
پھرے گرد آآکے مرغ ہوا بلائین لگی لینے موج صبا
روش خاکساری دکھانے لگی کہین نرگس آنکھین بچھانے لگی
پڑھا دیکھ کر بلبلون نے درود ہلانے لگی مورچھل شاخ عود
خوشی سے شگفتہ ہوا روے گل بڑہی عطردانی کے خوشبوی گل
جھکا کر سر گیسوے پر شکن لگا جھاڑنے سنبل تر چمن
بچھانے لگی صبح کافر تاب چھڑکنے لگی شبنم گل گلاب
بڑہا پیشوائی کو جوش نمو چلی رکھ کے سر خاک پر آبجو
جھکی شاخ گل رسم تسلیم کو اُٹھے سرو و شمشاد تعظیم کو
سپر گل کیا باغبان نے نثار تصدق ہوئی نو عروس بہار

کھلے پھول وہ آئے جو متصل — دئے غنچۂ ناشگفتہ نے دل
جما خوب گلشن مین دربارِ عیش — دیا نذر قدرت نے گلزارِ عیش
ترقی ہوئی وصل کے جوش مین — اڑی بوئے گل ایک آغوش مین
ہوئے دونون جیسدم وہان جلوہ گر — قرانِ مہ و مہر آیا نظر
سجا ہے وہان ایک بنگلہ نفیس — ہوئی جا کے دونون مین مجلس
جو دیکھا ہے آراستہ وہ مکان — تو کہنے لگا اُس سے شاہِ جہان
رہین گے یہین آج ہم رات بھر — چلین گے سوئے خانہ وقتِ سحر
اسی کو رہے مشورے تا بہ شام — کٹی عیش و عشرت مین وہ شب تمام
ہوا طبعِ شہ کو جو منظور یہہ — ہوا آخرِ کار دستور یہہ
کہ ہر روز وہ شام سے تا سحر — اُسی بنگلے مین رات کرتے بسر
مگر وہ پری غم سے گھلنے لگی — چھپانے سے بات اور کُھلنے لگی
لگی کھانے وہ شعلہ رو پیچ و تاب — بڑھا قرب سے اور بھی اضطراب

طبیعت تو تابو سی جاتی رہی
بناوٹ سی لیکن چھپاتی رہی

ہدایت

پلا بادہ اے ساقیِ عشقِ یار
کہ دنیا کا سب ہیچ ہی کاروبار

لگا جامِ زرنگھ سے پیرِ شباب
ہون فرزندِ پیرِ مغان مین خراب

اوٹھا وہ صراحی جو بادی بنے
ندائے ازل کی منادی بنے

اندھیرا گیا غرب مین شام کا
ہوا دَور اب بدر کے جام کا

وہ مہتاب سے پھول جھڑنے لگے
زبرجد پہ الماس جڑنے لگے

شبِ ماہ جلوہ دکھانے لگی
زمانے پہ حیرت سی چھانے لگی

لبِ جو نظر آئی اک بارگاہ +
فلک قدر کیوان حشم عرش جاہ

منقش سراپردہ سبز فام
جواہر نگار و مطلا تمام

لبِ جو ہے سروِ چراغان کا باغ
کنارے کنارے منور چراغ

فروزان ہین مہتابیان اسقدر
کہ غالب ہی نور ان کا مہتاب پر

وہ لہرون مین عکسِ تجلی کی ضو
لرزتی ہوئی وہ چراغون کی لو

ہوائی کا گردون پہ وہ چھوٹنا
کرن کا وہ مہتاب کی پھوٹنا

وہ چرخی کا چرخ اور بانون کا توڑ
وہ جھاڑون کا چکر وہ دریا کا موڑ

وہ ہتھپھول فرشی وہ فرشی انار
وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار

یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ زن
کھلے چاندنی پر چمن سے چمن

کھلا پھر اُنھین وہ گلفشان | دھوئین کا نہین نام کو بھی نشان
ابھی تک چمکتے ہین گل جابجا | ذرا بھی نہ چادر کو دھبہ لگا
غبارے وہ ڈوبے ہوئے سربسر | ستارے سبنے دیکھے چرخ پر
ہوا پر کھلا خوب تارون کا باغ | ٹپا خون سے قاعون پہ چمکی چراغ
سرِ شام اک دن گلِ آفتاب | لگا ڈالنے زعفرانی نقاب
شفق کی چمک منھہ چھپانے لگی | سیاہی سے ہرسمت چھانے لگی
ستارے ہوے چرخ پر جلوہ گر | جلایا فلک نے چراغِ قمر
پریزاد گل چہرہ و رشکِ حور | ادب سے کھڑے ہین قریب و دور

جو اہر نے کی بزم آراستہ | بلائے حسینانِ نوخاستہ
رہا لطفِ صحبت بہت دیر تک | جما رنگِ عشرت بہت دیر تک
گئی نصف شب اتنے مین ناگہان | ہوا مائلِ خواب شاہِ جہان
قدم رکھتے ہی بسترِ ناز پر | ہوا نشہ خواب سے بیخبر
تو کیا دیکھتا ہے بحکمِ قدیر | ضیا بخشِ بالین ہے مہرِ منیر
جگاتا ہے مذنب دلی سے مجھے | اٹھاتا ہے آہستگی سے مجھے

لیا گود مین خوب سا کرکے پیار / دعا دی ابد تک رہے کامگار
کہا پھر کہ اے عاشقِ بے نظیر / رہے گا پرستان ہی مین اسیر
شب و روز تو عیش و عشرت مین ہے / مجھے بھول کر خواب غفلت مین ہے
اگر وصل منظور ہے اٹھ شتاب / کہ ہو روضۂ قدس مین کامیاب
چلا جا یہان سے سوے راست تو / یہ سب یاد رکھنے کم و کاست تو
گئی ہے وہ شہرِ ہدایت کو راہ / ملین گر وہان پر حبیب اله
وہ محبوبِ حق اور رحمت لقب / انھین کے ہین قبضے مین یہ ملک سب
ادب سے وہان عرض کر تو یہ بات / کہ دکھلائیے مجھکو باب نجات
مجسم ہین رحمت وہ فخر جہان / بڑھائین گے تیرا بہت عز و شان
گناہ سے ابھی زاہد تجھے دین گے وہ / تجھے اپنا محبوب کر لین گے وہ
دکھا دین گے تجکو وہ باب نجات / کرین گے عطا حاصلِ کائنات
شتاب اٹھ کہ غفلت کے یہ دن نہین / رہائی بغیر انکے ممکن نہین
نکل کر اسی باب سے ہو روان / ہے پھر دوسری منزل ہی کاروان
وہان راہ مین کچھ بکھیڑا نہین / کسی طرح کا پھر جھمیلا نہین
یہ سنتے ہی چشم اسکی وا ہو گئی / وہ ساری کدورت ہوا ہو گئی

نئے شوق میں تازہ جوش آگیا ... اُسے عین غفلت میں ہوش آگیا
کسی کی محبت نہ باقی رہی ... کسی کی رعایت نہ باقی رہی
کسی طرح کا پھر نہ آیا خیال ... ہوا خود بخود دور رنج و ملال
نہ پھر ریب کی مطلقاً رہی ... فقط یاد و تصدیق باقی رہی
ہوئی روح پاکیزہ۔ مسرور دل ... بنا سر بسر لمعۂ نورِ دل
تجلی ہوئی چہرے پر جلوہ گر ... چمکنے لگی برق بن کر نظر
وہ تن صاف آئینہ سان ہوگیا ... ازل کا وہ جلوہ عیان ہوگیا
ٹپکنے لگا ہر سخن سے اثر ... بنا عیب بھی ایک اعلیٰ ہنر
اُسے دمبدم بڑھ گئی فکرِ مہر ... کوئی دم نہ گذرا بجز ذکرِ مہر
حیاتِ ابد سے ہوا کامران ... میسر ہوئی راحتِ جاودان
اسی گلُ کی بس یاد رہنے لگی ... طبیعت بہت شاد رہنے لگی
اُسی وقت پہونچا جواہر کے پاس ... پڑی تھی وہ کمرے میں اپنے اداس
تو دیکھا کہ اشکوں سے نکلے ہیں تر ... تڑپتی ہے وہ فرشِ کمخاب پر
لبوں پر صدا آہ و زاری کی ہے ... وہ تصویر سی بیقراری کی ہے
شکایت ہے کچھ بختِ ناکام کی ... تمنا ہے وصلِ دلارام کی

کسی کو بٹھائے ہوئے روبرو تصور مین کرتی ہے کچھ گفتگو
مزا دردِ الفت کا چکھے ہوئے کلیجے پہ وہ ہاتھ رکھے ہوئے
یہ کہتی ہے اے میرے ربُّ العلے یہ بیٹھے بٹھائے مجھے کیا ہوا
اجل دیکھکر مجھکو شرما گئی مین اس سخت جانی سی گھبرا گئی
کسیکو قلق کیون گذرنے لگا وہ بے رحم کیون رحم کرنے لگا
اسی دُھن مین بیخود ہوئی اسقدر کہ آنے سے اُسکے نہین کچھ خبر
قریب آ کے اُسدم شہہ بنظیر پکارا کہ اے تازہ غم کی اسیر
یہ غفلت ہی کیسی ذرا ہوش کر ہمارا ہی اس شہر سے اب سفر
نہ آئین گے اب بارِ دیگر یہان خدا جانے کل تو کہان ہم کہان
پڑی جب یہ کانون مین اُسکی صدا تو اُٹھ بیٹھی گھبرا کے وہ مہ لقا
تعجب سے حسرت سے کرکے نظر لجائی بہت پہلے وہ دیکھ کر
نہ اشکون کا لیکن تسلسل گیا کہا آج پردہ مرا کھل گیا
تبِ عشق دشمن ہوئی جانکی رہی آرزو اب نہ ارمان کی
مجھے ذبح کر ڈالیے آئیے تو پھر جس طرف چاہیئے جائیے
کہا اُسنے کیا کوئی جلّاد ہون نہ قاتل نہ مین ظلم بنیاد ہون

نہ سودا زدہ ہون نہ اہلِ جنون | کسی کا مین کیون خون گردن پہ لون
مگر ہے ذرا دیر کا ماجرا | جسے دیکھہ کر مین ابھی جاگ اٹھا
سنایا اسے قصہ خواب سب | کہا اس سے مجبور ہون مین بھی اب
کسی سمت اب دل جھکتا نہین | تیرے روکنے سے مین رکتا نہین
کہا اسنے بہتر بہت خوب ہے | مجھے بھی یہی بات مرغوب ہے
مگر ساتھ سے منہ نہ موڑون گی مین | کسی دم رفاقت نہ چھوڑونگی مین
کہا شاہ نے یہ بھی ممکن نہین | ابھی کچھ دنون صبر کر تو یہین
وہان جا کے مقصد جو پاؤنگا مین | تجھے حسبِ موقع بلالونگا مین
نہین کچھ دنون بعد آخوش نصیب | چلی آنا خود سوئے ملکِ حبیب
بتاتا ہون تجھکو نشان و مقام | اسے دل سے تو یاد رکھنا مدام

فراق جواہر

اٹھا ساقیا جام کر بے خبر | کہ قطع علائق پہ باندہون کمر
کہان تک یہ غفلت فنا سی ہے بات | سنگھا ساغرِ مل مین بوئے حیات
پلا جلد مے ہین پریشان حواس | کہ جی لیتی ہے باسی پھولونکی باس
وہ پھولی شفق رات آخر ہوئی | صفا صبحِ صادق کی ظاہر ہوئی

فلک بستر شب اٹھانے لگا	قمر چاندنی لے کے جانے لگا
سیاہی گئی جانب زنگبار	ہوئی روشنی شرق آشکار
رسالہ ستارون کا چلتا ہوا	اٹھا پھر وہ آنکھہ ملتا ہوا
روانہ ہوا خسرو بے نظیر	ہوئی سخت مضطر وہ بدر منیر
بن آیا نہ کچھہ کام تدبیر سے	بگڑنے لگی بات تقدیر سے
کہا شہ نے حیلہ سے تورہ بیان	مین ہوتا ہون منزل کو تنہا روان
جواہر مرے بعد گھبرائے گی	تجھے ساتھ سے لے کر چلی آئیگی
اٹھا کچھہ دنون تو رفاقت سے ہاتھہ	خدا چاہے تو پھر نہ چھوڑونگا ساتھہ
یہ کہکر جواہر سے کہنے لگا	رہے تیرا ہر دم نگہبان خدا
رہے گا ہمین پاس تیرا ضرور	سمجھنا نہ دل سے کبھی اپنے دور
وہ بیتاب اٹھہ اٹھہ کے گرنے لگی	نظر بن کے گرد اسکے پھرنے لگی
مرادین ہم آغوش ہونے لگین	نگاہین گلے مل کے رونے لگین
اشارون مین حسرت نے کی گفتگو	دعا بن کے رخصت ہوئی آرزو
چلا وہ تو مانند روح روان	غم نامرادی رہا میہمان
نظر سے جو غائب ہوا وہ امیر	ہوئی سخت محزون وہ غم کی اسیر

جدہر جاتے دیکھا تہا اس ماہ کو ۔ وہ حسرت سے دیکھا کی اُس راہ کو
اٹہا ورد جی سے سنانے لگا ۔ تڑپ کر جگر منہ کو آنے لگا
بڑہیں شدتین غم کی بیداد کی ۔ گہٹی تاب تکلیف فریاد کی
زمین تر ہوئی اشکِ خوناب سے ۔ ہوا دم خفا جان بیتاب سے
بڑہا نغمۂ فریاد سے سازِ دل ۔ خموشی بنی نغمہ پردازِ دل
چبہونے لگا دردِ دل نشتر ۔ لگی لوٹنے بسترِ یاس پر
تڑپ دل کی بیچین کرنے لگی ۔ وہ رو رو کے جی سے گذرنے لگی
تصور مین ہونے لگی ہمکنار ۔ سکوتِ سخن بن گیا رازدار
رخِ زرد پر اشک بہنے لگے ۔ لبِ خشک کچہہ اور کہنے لگے
غمِ دل نے برہم کیا سازِ عیش ۔ ہوئین حسرتین رخنہ اندازِ عیش
اُمنگین دکہانے لگین شوخیان ۔ ہوس دل مین لینی لگی چٹکیان
چہری بن کے ہر سانس چلنے لگی ۔ تمنا کلیجے کو مَلنے لگی۔
چبہی پہانس غم کی دلِ زار مین ۔ بہے اشک بہی چشمِ خونبار مین
جلانے لگا شعلۂ آرزو ۔ ہوا خشک سارے بدن کا لہو
ہوا دل مین خارِ الم رخنہ گر ۔ کیا ناوکِ غم نے چہلنی جگر

بڑھا ہجر میں ناتوانی کا زور | جھکانے لگی حسرتِ وصل گور
نفس زیست سے تنگ آنے لگا | اُسے نام سے تنگ آنے لگا
ڈرا نالہ آتے ہوئے تا زبان | رہا دل میں گھٹ گھٹ کے شوقِ فغان
غم و درد نے قلب میں راہ کی | اجازت نہ دی شرم نے آہ کی
بڑھی ضبط سے اور دل کی اُمنگ | لگی ہونے یاس و تمنا میں جنگ
کیا صرصرِ غم نے جی کو نڈھال | لگا جھلملانے چراغِ جمال
گلِ رخ پہ چھایا خزان کا اثر | اُڑا رنگ چہرے کا بنکر خبر
قلق دل میں کرنے لگا انتظام | بنا حسرت آباد سینہ تمام
مسرّت گئی واشدِ دل کے ساتھ | چلی روح بھی نبضِ بسمل کے ساتھ
فراقِ صنم ہوش کھونے لگا | شکستِ الم جی ڈبونے لگا
ہوئی زرد مانندِ برگِ خزان | بنی سوکھ کر ریشۂ زعفران
دل زار ہاتھوں سے جانے لگا | طبیعت کو صبر آزمانے لگا
بہت دیدۂ تر نے تدبیر کی | بجھی پر سو نہ دل کی لگی
وہ چھینٹیں پڑیں خاطرِ زار کی | بنی جان پر آتشِ دل افگار کی
ہوئی فرقتِ یارِ جانی سے تنگ | کیا شوق نے زندگانی سے تنگ

گلا دل ہی مین دم چرانے لگا | کلیجہ غم یار کہانے لگا
شب و روز گزرا جو رنج و ملال | بنی بدر سے گھٹ کے وہ مہ ہلال
کھٹکنے لگا دشنۂ غم جگر | بہانے لگی لخت دل چشم تر
دل و جان سے ربط تمنا بڑہا | ہم آغوشیون کا تقاضا بڑہا
بڑہا رفتہ رفتہ جو شوق وصال | طبیعت لگی رہنے ہر دم نڈہال
جلانے لگا دل کو سوز فراق | بھڑکنے لگا شعلۂ اشتیاق
شرر تہا جو آنسو ٹپکنے لگا | کلیجہ حرارت سے پکنے لگا
ہوئی گرم چہاتی تپ ذوق سے | جگر بہن گیا آتش شوق سے
یہ کہنے لگی کب تک آفت سہون | مصیبت سہی ہو تو مصیبت سہون
جنون طاقت ضبط کہونی لگا | توحش سے کچھ ساز ہونے لگا
وہ مجبور آخر ہوئی درد سے | بڑہی گرم جوشی دم سرد سے
ادا اُسکی چاہت جتانے لگی | لگا ہون مین اک بات آنے لگی
بنے اشک گلرنگ غماز دل | لو کہانے لگین جتنے تہین راز دل
طبیعت تپ غم سے گرنی لگی | ہنسی لب تک آ آ کے پہرنے لگی
ہوئین آہ کی دل مین طیاریان | اڑین آتش غم کی چنگاریان

تپ غم سے دن رات جلنے لگی — وہ ہوان بن کی حسرت نکلنے لگی
بنا تار شعلہ ہر اک تار مو — سراپا بنی شعلۂ آرزو
ستمگار ہی جوشش سودا بڑھی — گریبان دری کی تمنا بڑھی
ہوئی نام راحت سے وحشت اُسے — بڑھی زیب و زینت سی نفرت اُسے
سیہ زلف اک اژدہا ہو گئی — اُسے کنگھی چوٹی بلا ہو گئی
بگڑنے لگی مانگ سے بیدریغ — یہ سمجھی کہ سر پر کھنچی ہے یہ تیغ
کشاکش ہوئی جو غم یار سے — اُلجھنے لگی زلف خمدار سے
سیہ چوٹی ناگن سی ڈسنے لگی — شب غم کسوٹی پہ کسنے لگی
نہ وہ مانگ پٹیان نہ آرائشین — نہ مشاطہ سے ٹیڑھی فرمائشین
بنین حلقۂ دام غم بالیان — چبھی گونج مانند نوک سنان
کرن پھول جھمکے لہو مین تھے غرق — تڑپنے لگین بجلیان شکل برق
نہ مچّہ نہ بالا نہ بالی رہی — طبیعت مگر لاابالی رہی
نہ جھومر مین باقی رہی وہ جھلک — نہ افشان مین وہ پیشتر سی چمک
شب غم مین یون اُڑاتی رہی — کہ ضو چاند تارون کی جاتی رہی
نہ ابرو مین کس بل نہ آنکھون مین خواب — نہ یہ سرمہ آگین نہ وہ دستیاب

نہ وہ پردہ داری حیا کی رہی | وہ شوخی نہ باقی ادا کی رہی
شرارت گئی اگلی چتون کے ساتھ | رہی بیکسی چشم پرفن کے ساتھ
نہ عشوہ نہ وہ سحرکاری رہی | نگاہوں پہ حیرت سی طاری رہی
تپِ غم سے وہ زرد ایسی ہوئی | کہ رنگت گلابی بسنتی ہوئی
نہ ہر وقت آئینہ پیشِ نظر | نہ اب رنگ و روغن وہ رخسار پر
نگاہوں سے جاتا رہا وہ حجاب | چھپی گرد میں تابِ رخ کی نقاب
نہ مسّی کا لب پر جمانا کبھی | نہ بھولے سے بھی پان کھانا کبھی
نہ وہ خالِ ابرو کی آرائشیں | نہ وہ حسنِ صورت کی زیبائشیں
گلے ملنے کا جو بڑھا حوصلا | لگا گھونٹنے طوق اُسکا گلا
ہوئی زار اس درجہ وہ دل جلی | کہ چمپا کلی سے بڑھی بے کلی
نہ وہ موتیوں کی لڑی تابدار | گلے کا بنے اشک گلرنگ ہار
بہت دست و پا ناتوان ہو گئے | سبک زیور اُسپر گران ہو گئے
نہ اب وہ نکھرنا نہ اب وہ سنگار | نہ کپڑے بدلنا وہ اب بار بار
نہ اب وہ نہانا نہ دھونا اُسے | بس اشکوں سے آنچل بھگونا اُسے
نہ گتھنا وہ گیسو سنوارے ہوئے | نہ چلنا وہ سینہ ابھارے ہوئے

نہ انگھسلیون سے ٹہلنا رہا
نہ تلوؤن سے وہ دل کا ملنا رہا

ہوئی ضعف سے ایسی زار و نزار
کہ آبِ روان بھی ہوا اُسپہ بار

پڑا اسقدر زورِ کم طاقتی
کہ آنچل سنبھالی نہ سنبھلا کبھی

تصور کو جانا کہ ٹٹی کی آڑ
دوپٹے کے سائے کو سمجھی پہاڑ

نہ وہ دل لگی اب نہ وہ قہقہے
نہ وہ عیش و عشرت کے چرچے رہے

کیا غم نے مسدود وہ بابِ عیش
کیے ترک اُسنے سب اسبابِ عیش

اُسی باغ مین جا کے رہنے لگی
اکیلی غم و درد سہنے لگی

کہین کا نہ آنا نہ جانا رہا
فقط نازکی کا سبھانا رہا

کوئی شے نہ دولت بہ ظاہر رہی
مگر نام کو وہ جواہر رہی

جو گوہر نے دیکھا یہ سامانِ غم
گئی پاس اُسکے وہ محوِ الم

کہا اے جواہر تجھے کیا ہوا
ابھی سے جدائی مین سودا ہوا

زبان آشنائے خموشی ہے کیون
نگاہون کی حیرت فروشی ہے کیون

کہین اور کچھ بات پیدا نہ ہو
خدا کے لیے مفت رسوا نہ ہو

نہ ناموس پر حرف آئے کوئی
نہ چتون سے کچھ تاڑ جائے کوئی

یہ سنکر دیا کچھ نہ اُسنے جواب
یہ پڑھنے لگی پر بہ چشم پُرآب

غزل

۱ غم دل مین اتنا اثر ہی نہین — مین بسمل ہون انکو خبر ہی نہین
۲ بنے کہانے جاتا ہے یہ کیسا غم — ابھی دل نہ تھا اب جگر ہی نہین
۶ کہان تک سنوگے مری داستان — نہین طول تو مختصر بھی نہین
۳ ہوی انکے آنے سی یاس اسقدر — کہ اب جانب در نظر بھی نہین
۴ جو کچھ دن رہا جوش سودا یہی — تو پھر دیکھ لینا کہ سر بھی نہین
۵ بنایا مجھے غم نے تصویر یاس — انہین رحم اس حال پر ہی نہین

زمانے مین معشوق ای منیظر
ستاتے ہین پر اسقدر بھی نہین

یہ پڑھ پڑھ کے روتی رہی زار زار — یہ دیکھا تو گوھر ہوئی بیقرار
کہا تجھ پہ صدقے مین سو جان سے — جو کرنا ہو کر اب وہ اعلان سے
مجھے حکم دے تو ابھی جاؤن مین — اسے ڈھونڈھ کر ساتھ لے آؤن مین
رفاقت کو حیلہ بھی موجود ہے — بہر نوع یہ فال مسعود ہے
پہنچ جائین گے تا بہ حج لاکلام — کہ معلوم ہے سب نشان و مقام
مگر اے رفیقان ہمت شعار — کسی پر نہ یہ راز ہو آشکار

غرض ختم جب یہ فسلے ہوئے | وہ لیٹی یہی دل مین ٹھانے ہوئے
پہر رات گزری وہ ساری حزین | روانہ ہوئے جانب شاہ دین

راہزن

پلا ساقیا اب وہ جام عقیق | کہ میخانہ ہو رشک بیت العتیق
شتاب اُٹھ فلک کا ستایا ہون آج | بہت پھیر پھرا کر مین آیا ہون آج
لگا دے مرے مُنہ سے تو خُم کے خُم | تو بتلاؤن کیونکر ہوئی ہوش گم
ملے وقت دونون گیا دن گزر | کلاہی مُصلا بچھا چرخ پر
کھُلے سر لرزتے ہوئے بیٹھ کے | نماز شہیدان پڑھی مہر نے
گیا سجدے مین آفتاب منیر | شعاعون نے پھیرا اسلام اخیر
نمازی جو مسجد سے چلتے ہوئے | چلے گھر کی جانب ٹہلتے ہوئے
ملا راہ مین اک غریب الوطن | سراپا مصیبت سراپا محن
گریبان دریدہ شکستہ لباس | گُل رخ مین لیکن سیادت کی باس
چھُپے خار تلوؤن مین زخمی بدن | چھپا ہر طرف شکل گل پیرہن
جمی گرد چہرے پہ تن پر غبار | سفر کے مصائب سے زار و نزار
جنون سے حواس اُسکے دمساز سب | نگاہون مین وحشت کی انداز سب

ہوئے جمع لوگ اُسکو جو دیکھکر
وہ تکنے لگا اجنبی سا اُدھر

کسی نے کہا ہے جو یہ بیسکون
خدا جانے کب سے ہے اسکو جنون

کوئی بولا ہے کوئی مردِ نجیب
پڑی کوئی آفت ہوا یہ غریب

ہوا حرف زن کوئی یہ کچھ نہین
کسی کا ہے شیدا یہ اندوہگین

بھبھوت اپنے تن پر رمائی ہوئے
فقیرون کی صورت بنائے ہوئے

تلاشِ دلارام مین سینہ چاک
شب و روز اڑاتا ہی شہرونکی خاک

پریشان بالون سے ہے آشکار
ہے مرغِ دل اسکا کسی کا شکار

یہ کہتی ہے چِتون کہ بیمار ہے
کسی کی محبت کا آزار ہے

اشارہ ہے تیور کا ای اہلِ دید
کسی تیغِ ابرو کا ہے یہ شہید

دکھاتے ہین یہ دیدۂ انتظار
نگاہین ہین مشتاق دیدار یار

رخِ زرد کے رنگ سی ہی عیان
تپِ عشق نے کر دیا ناتوان

لبِ خشک کی ہے ہوس آشکار
کہ چوسین لبِ لعلِ نوشینِ یار

کفن کا سرِ دوش اظہار ہے
کہ ہر وقت مرنے کو طیار ہے

یہ کہتی ہے گردِ رہِ جستجو
ملی خاک مین مل کے یہ آبرو

ہوا اشکِ گلرنگ سے یہ عیان
ہین مژگان غمِ ہجر سے خونچکان

نگاہون کی حیرت سی ہی آشکار — یہ ہے آئینہ دار حسن نگار
یہ سینہ کے داغون سے ظاہر ہوا — کہ گل کھا کے الفت سی ماہر ہوا
ہنین اور اِس لاغری کا سبب — کسی کے ہی موے میان کی طلب
یہ گرد اور یہ خستگی ہے گواہ — کہ آیا ہے چل کر دہنیونکی راہ
یہی ذکر کرتے تھے برنا و پیر — اُدہر ہو کے نکلا یہ لو اک شریر
وہ چلتا ہوا سانپ اک ہاتھ مین — شیاطین بھی ایک دو ساتھ مین
وہ پگڑی ہری سر گھٹائے ہوے — مشائخ کی صورت بنائی ہوے
عمامہ کے اندر کلہ پُر شکن — ہری گھانس کے نیچے جیسے لگن
وہ ریشِ مقطع گھنی بیگمان — کوئی حسن کی ٹٹی ہے یا سائبان
وہ کہہ کہہ کے یا حق تڑپنا اُسے — تذبذب کے نالے کو جپنا اُسے
اُسے فکرِ تلبیس مین گھومنا — وہ نیچی نگاہین مگر جھومنا
وہ احسان فراموش ناحق شناس — تکلف سی پہنے ریا کا لباس
قریشی نہ وہ نسل سادات سے — مگر خوش خوشامد کی ہر بات سے
تصنع سے ہردم شکنجے مین وہ — گرفتار نخوت کے پنجے مین وہ
رگڑتا تھا پتھر یہ حیلہ ساز — کہ گھٹے سے جانین سب اہلِ نماز

نہ عالم نہ وہ کوئی صاحب کمال
حماقت کے فن مین عدیم المثال

لیاقت تو یہ اور ایسا فصیح
نہ بولا کبھی لفظ کوئی صحیح

یہ اظہار لوگون سے با جد و کد
کہ یہ ساری نخوت ہی میراثِ جد

دھرا آنکے پہونچا ہوا تیل ماش
اُسے کالے مینڈھے کی ہر دم تلاش

گیا کوئی لیکر اگر کچھہ اُمید
تو پہلے کہا مرغ لاؤ سفید

اُسی پیر پھیرون کی حرمت کمال
بھوانی کے بکرے اُسی سب حلال

بنا شیخ سدو جو وہ زر پرست
ہٹیلے کے مُرغے ہوا کہا کے مست

برادر بڑا شیخ نجدی کا وہ
دُلارا بہت کالی دیبی کا وہ

وہ فتنے کی پڑیا وہ قامت قصیر
عزازیل کا وقتِ پیری مشیر

اُسے یاد دو چار سفلی عمل
پڑا جس سے ایمان مین اُسکے خلل

نہ تصدیقِ مرشد نہ یادِ خدا
بھروسا اُسے نقش و اعمال کا

پڑا انمین ہین بے یقین کچھہ اثر
کہ ہین فطرتی ساری نفع و ضرر

نہ الفت خدا و نبی سے اُسے
نہ کچھہ عشق مولا علیؑ سے اُسے

وہ دنیا کا عاشق اُسی کا خیال
اُسے زندگی مادمن سے محال

حسد نفس و شیطان سے اُلفت اُسے
نبی فاطمہ سے عداوت اُسے

لئے ساتھ اک بوریائے ریا | فقیری کی بو سے بھی نا آشنا
ہوا و ہوس کا وہ ہر دم کفیل | خدا خلق دونون کے آگے ذلیل
جو دیکھا ہے اک مرد معمورِ عشق | سراپا وفا سر بسر نورِ عشق
قریب آکے اُسوقت اُس سے کہا | کہان سے تو آتا ہی ای مہ لقا
کہا **قاف** سے آرہا ہون ابھی | ہے کیا نام اس شہر کا شاہ جی
کہا اسکا شہر **ہدایت** ہی نام | یہ کہیئے یہان آپ کا کیا ہی کام
کہا ہے یہان کا جو شاہِ جہان | مجھے اُس سے ملنا ہے ای کاروان
کہا آج تشریف رکھیے یہین | سحر کو وہان لے چلین گے ہمین
یہ سُنکر چلا وہ خجستہ صفات | کہ ساتھ اسکے مسجد مین کاٹی وہ رات
پکارا اُدھر سے کوئی نوجوان | کہ او تختۂ مشق جورِ بتان
خبردار جانا نہ تو اسکے ساتھ | بہت روئے گا ہاتھ پر رکھ کے ہاتھ
وہ اک مرد چالاک و عیار ہے | بہت سخت نااہل و مکار ہے
ملا ہے اسے ورثہ **نمرود** کا | **ابو جہل** ہے نام مردود کا
نہین مکر سے خالی یہ گفتگو | تو کھوئی نکہ منزلِ آرزو
یہ سُنکر اودھر سے پھرا بے نظیر | ہوئے گرد اسکے امیر و فقیر
کہا اس سے یہ بعدِ تفتیش حال | کہ اسوقت وہ شاہ قدسی خصال
اراکین دولت کو لیکر تمام | لب جو جاتا ہے دربارِ عام

وہین ہوگا خسروِ ارجمند | کہ سید ان کی چاندنی ہی پسند
چلا جا اسی دم تو دربار مین | نہین روک ٹوک اسکی سرکار مین
وہان کچھ سفارش کی حاجت نہین | کسی واسطے کی ضرورت نہین
محبت سے جاتا ہی جو اسکے پاس | عنایت سے پیش آتا ہی بیقیاس
یہ سنکر وہ دلدادہ بے نظیر | چلا سوے سلطان میر و وزیر

رحمت

پلا اب وہ مے بھر کے ساقی ایاغ | ابد تک رہے جس سے روشن دماغ
اٹھا جام دے راحِ روحِ روان | بنا دے سبک مجھ جان پیرِ مغان
چھکا دے تو بس آج اے خوش عمل | کہ یوہین ہی تقدیرِ روزِ ازل
سرِ شام اک دن گلِ آفتاب | لگا ڈالنے زعفرانی نقاب
شفق کی چمک منہ چھپانے لگی | سیاہی سی ہر سمت چھانے لگی
ستارے ہوے چرخ پر جلوہ گر | جلایا فلک نے چراغِ قمر
میان حسینانِ رشکِ قمر | ہے اک مہرِ حسنِ ازل جلوہ گر
وہ محبوبِ یزدان بشیر و نذیر | فرستادہ خاصِ ربِ قدیر
نزاکت ہر اک عضو مین جاگزیر | صباحت نثارِ رخِ دلپذیر
عجب روے تابان عجب آب و تاب | کہ پرتو سے بجلی بنی موج آب
وہ محبوبِ عالم شہِ اصفیا | حبیبِ خدا وارثِ انبیا

ہین ہوتے انسان ایسے وجیہہ
مگر یکہ علم نور کی ہے شبیہہ

وہ فرقِ معلا کی شانِ علا
جہان تک نہ پہنچین قیاس و ذکا

ازل سے ملی اُسکو یہ برتری
کہ حاصل ہی کونین کی سروری

عروج سرِ بامِ اُمید ہے
وہ سرمایۂ فخرِ جاوید ہے

وہ گہونگرسے کچہہ بال الجہے ہوئے
کچہہ الجہے ہوئے کچہہ وہ سُلجہے ہوئے

سیاہی مین وہ زلف کا ذکر دل
شب ہجر بھی جس سے ہو منفعل

جو سچے مین خوبون کی تصویر ہے
بگڑنے مین عاشق کی تقدیر ہے

نہ کیون اُس جبین کی کرین ہم قدر
کہ ہی آسمانِ جلالت کی بدر

عجب روشنی ہی عجب آب و تاب
کہ ہی سجدہ گاہ مہہ و آفتاب

یہ لوحِ دو عالم کی تفسیر ہے
جو پیش آنی ہے اسمین تحریر ہے

تجلی گہہِ حسن زیبائے حق
بیاضِ جمالِ دل آرائے حق

زیارت گہہِ خاص حسنِ قدیم
امانت گہہ نور ربِ کریم

وہ روشن گرِ دل کشادہ جبین
سرِ مطلعِ صبح فتحِ مبین

ہے خط جبین سے عیان سربسر
کہ خط کھینچ گیا خطِ تقدیر پر

یونہین کاٹتے ہین یہ مضمون تمام
کہ تقدیر ہے ان کی مرضی کا نام

وہ ابرو قیامت کی سفاکِ خلق
جنہین خوفِ حق ہی نہ کچہہ باکِ خلق

چہپی ہو تو نظر پر کوئی چڑہہ گیا
جو سمٹے تو حد سے ستم بڑہہ گیا

دو چشم فسون گر ادا آفرین
کہ بے سرمہ رہتی ہین وہ سرمگین

مصاحب ہی مستی شرارت شفیق
قیامت ہی دمساز فتنہ رفیق

غضب کے ہین وہ لال ڈورے مگر
ابھی نکلے ہین خون مین ڈوب کر

وہ ترچھی نظر کس بلا کی شریر
کہ بجلی گراتی ہی دکھلا کے تیر

نہ بیٹھی کبھی چین سے گھر مین یہ
بناتی ہے گھر جا کے پتھر مین یہ

لگی سر سے ہی ہو گئی کارگر
وہ برچھی کی برچھی نظر کی نظر

کبھی دیکھنا پشت پا کی طرف
کبھی سینہ باصفا کی طرف

تغافل سے پہلو کبھی دیکھنا
وہ لٹکا کے گیسو کبھی دیکھنا

وہ بانکپن ادا مین وہ ترچھی نظر
جو پھیرین چھری حلق عشاق پر

شب و روز رہتی ہین اس تاک مین
کہ ملکر ملا دین کسے خاک مین

کسیکو نہ بھرکر نظر دیکھنا
ادہر دیکھتے ہی۔ اودہر دیکھنا

اودہر دیکھنا۔ ہون جدہر دل جلے
یہ مطلب کہ آپس مین کچھ تو چلے

شب و روز پھرتی ہی ساغر بدست
کہ ہی ساقی جام عہد الست

وہ گو نشہ مین مست و سرشار ہے
مگر کام سے اپنے ہشیار ہے

اڑی گاہ بن کے شہباز حسن
بنی گاہ طاؤس طناز حسن

کرے صید عشاق کے مرغ ہوش
پھری سو بسو مست عشوہ فروش

کبھی موج بحر محبت بنی
کبھی شور دریائے الفت بنی

دکھائی روانی یمِ ذوق کی — سنائی صدا گریۂ شوق کی
بنی گاہ باغِ حقیقت کی بو — بنی گاہ گردِ رہِ آرزو
سونگھائی شمیمِ ریاضِ الست — کیا منزلِ عشق کا بندوبست
بنی صیقلِ تیغِ خوبی کہین — پری بن کے شیشے مین اُتری کہین
کسی سے کیا دور لاف وگزاف — کسی کا کیا دل کا آئینہ صاف
کبھی بن گئی وہ کمندِ اُمید — کبھی رشتۂ آرزوہاے دید
کبھی بامِ وصلت پہ پہنچا دیا — کبھی جلوہ یار دکھلا دیا
کبھی بُرّشِ تیغِ قاتل بنی — کبھی بحرِ حسرت کا ساحل بنی
کہ جسکو وہ سفاک اشارا کرے — یہ تلوار کے گھاٹ اُتارا کرے
کبھی دامنِ دشتِ وحشت بنی — کبھی تارِ دامانِ رحمت بنی
کسی کا کیا جامۂ ننگ چاک — دیا گاہ خلعت کا ملبوسِ پاک
بنی گاہ دربانِ بابِ کرم — بنی گہہ عصاے ضعیفانِ غم
جو مغرور آیا گرایا اوسے — جو عاشق گرا تو اٹھایا اوسے
یہی فاتحِ بابِ امید ہے — کلیدِ درِ گنجِ توحید ہے
عجب رنگ مین ہے یہ ڈوبی ہوئی — کہ باقی نہین نام کو بھی دوئی

جو دل مل گیا خوب توڑا اُسے — غرض جسکو تاکا نہ چھوڑا اُسے

وہ کھینچے ہوئے تیر مژگاں کی صف — کہ ہو طائرِ قدس جنکا ہدف

اکھین سوجھتی ہی بہت دور کی — کہ جو کی یہ ہین چشمۂ نور کی

وہ پلکین ہین یا پردۂ حسن ہین — کہ مدت سے پروردۂ حسن ہین

وہ بینی کہ منقارِ طوطی خجل — صفائی مین نہرِ لبن منفعل

اگر یہ نہو حسن سب خاک ہے — غرض چہرۂ حسن کی ناک ہے

وہ روئے نگارین بہارِ جمال — گلِ بوستانِ کمال و وصال

وہ رخسارِ نازک وہ رنگین عذار — ریاضِ لطافت کی تازہ بہار

وہ آئینۂ صورتِ لم یزل — صفائے دلِ اہلِ حسنِ عمل

وہ بدرِ جمالِ رخِ تابدار — وہ مہرِ جلالِ خداوندگار

وہ رخ مطلعِ صبحِ حق الیقین — صبیح و شگفتہ ملیح و حسین

وہ رنگت گلابی نزاکت بھری — کہ جیسے کوئی پنکھڑی ہو دھری

حسین اسقدر وہ مہِ دلنواز — کہ خود حسن کو اوسکے جلوہ پہ ناز

وہ تابندہ رخ صورتِ مہرِ نور — تجلی وہ شعلۂ شمعِ طور

نزاکت کا اُسکے یہ شہرہ ہی آج — کہ شرماتے ہین جس سے نازک مزاج

وہ مہرِ سعادت وہ بدر الدجیٰ
وہ شمعِ حقیقت وہ شمس الضحیٰ

فروزان ہے ایسا کہ نزدیک و دور
برابر اُسی کا ہے آنکھون مین نور

گلِ جان کا پہلا ورق ہی یہی
سرِ صفحہ صنعِ حق بنے یہی

وہ لبہاے معجز بیان و فصیح
بہرین جنکے اعجاز کا دم مسیح

کرین کیون نہ عشاق کو پھر حلال
کہ بے پان کہائے وہ رہتی ہین لال

وہ ابرِ گہربار شیرین زبان
کرے جو کہ سرسبز کشتِ جہان

فصاحت کے دریا کی یکتا نہنگ
کرے قافیہ جو بلاغت کا تنگ

کہی جو وہی ہو یہ ہے اختیار
کہ ہے سیفِ حکمِ خداوندگار

عصاے دلِ اہلِ ہمت ہی یہ
کلیدِ درِ بابِ رحمت ہے یہ

جو کہدی نہین اُسمین کچھ شک و ریب
اسے لوگ کہتے ہین مفتاحِ غیب

وہ گوشِ حسین رازدارِ نکات
سُنا کرتے ہین جو محبت کی بات

دُرِ معرفت کے وہ دو کان ہین
عقیقِ سماعت کی وہ کان ہین

وہ گردن کہ اہلِ صفا منفعل
صراحیِ بلور جس سے خجل

نہ کیون قربتِ حق ہو اُس سے مزید
کہ ہی یہ گذرگاہِ حبل الورید

بھرے گول بانہ وہ عالی وقار
کہ ہو ہاہی آسمان بہی نثار

یہ نازک کلائی کا اُس گل کی رنگ — تصور بھی پھولون کا ہو جسکو تنگ
وہ پنجہ جو عشاق کا دستگیر — کہ پنجے مین جسکے دو عالم اسیر
وہ پنجہ کہ جس مین خدائیکا زور — وہ قدرت سلیمان نبی جس پہ مور
وہ ناخن کہ مہر سپہر کمال — بنا مین جو ہر دم نیا اک ہلال
نشانے پہ جوڑین اگر تیر کو — بنا دین وہ تقدیر تدبیر کو
غضب کی وہ گرمی حسن شباب — کہ جسپر دل قدسیان ہو کباب
نہ کیون اوس سے ملک ہو خوش ہر ملول — کہ خوشبو ہی وہ دونون عالم مین پھول
اسی عالم وجد مین وہ جوان — مودب گیا پیش شاہِ جہان
ستارون کے مانند میر و وزیر — فراہم ہین گردِ شہِ دستگیر
یہ دیکھا تو وہ بے نظیر حزین — بڑھا بہرِ پابوس سلطانِ دین
مگر روکنے کو اُٹھے کچھ شریر — کہ جانے نہ پائے اُدھر بے نظیر
نہ روکے رُکا پر وہ کسین دلیر — کہ ہوتا ہی شیرون کا بچہ بھی شیر
سبھون کو ہٹا کر وہ عالی وقار — گیا پیش محبوب پروردگار
ادا کر کے سارے رسومِ نیاز — ہوا وہ قدمبوس شاہِ حجاز
اُٹھا شاہِ عالم اُٹھایا اُسے — گلے سے اوسی دم لگایا اُسے

کہا تجھ پہ کیا ایسی آفت پڑی — کہ طے کر کے آیا یہ منزل کڑی
کہا میں ستم دیدۂ ہجرِ یار — اماں خواہ آیا ہوں باحالِ زار
کبھی تھا شب و روز سرگرمِ ناز — پر اب ہوں اسیرِ طلسمِ مجاز
ہوا بابِ غفلت سے داخل یہاں — نہیں ملتا اب مخلصی کا نشاں
یہ کہکر سنایا سب احوالِ خواب — وہ ارشادِ مہرِ ہدایت مآب
کہا اُس شہنشاہِ دیں نے کہ ہاں۔ — میں پہلے سے ہوں واقفِ داستاں
مجھے بھی دکھایا ابھی نے یہ خواب — کہ آتے ہی کرنا اُسے فیض یاب
وہ آلام سے دل شکستہ بہت — ہے تیرِ ملامت سے خستہ بہت
وہ جو کچھ بتائے اُسے کرنا قبول — کہ ہو وصلِ محبوب اُسکو حصول
حضوری ہوئی ہے جو حاصل تجھے — بنا دوں گا انسانِ کامل تجھے
مزا پایا ناز و عشرت سے تو — یہاں صدرِ بزمِ محبت ہے تو
بسر کر مرے ساتھ آرام سے — چھکا دوں گا توحید کے جام سے
یہ کہکر بٹھایا اُسے جائے صدر — رخِ زرد اوس کا کیا رشکِ بدر
غرض جتنے موجود تھے اہلِ دیں — ملے اُس سے با حسنِ صدق و یقیں
اسی طرح ہر ایک میر و وزیر — ہوا حکمِ حاکم سے فرماں پذیر

جلیل و حسین عالمِ و ذی وقار ‏ رفیق اُس کو شہ نے دی بیشمار
وہ شمعِ ہدایت مین سہنے لگا ‏ جو گندی تھی دل پر وہ گہنے لگا

بشارت و تصدیق

پلا ساقیا بادۂ وصلِ یار ‏ کہ ہو چودہوین شب کی دونی بہار
دے جاوہی مایۂ اختصاص ‏ ازل سے ہون مین ترا محبوبِ خاص
چھکا مجھکو جامِ بشارت سے آج ‏ بنا کامل اپنی عنایت سے آج
شبِ وصل آئی گیا روزِ ہجر ‏ مبدل ہوا ساز سے سوزِ ہجر
افق پر سرِ شام ہی ماہتاب ‏ وہ چمکا اٹھا کر بسنتی نقاب
درختون پہ چاندی سی چڑہنے لگی ‏ تجلی بھی اٹھلا کے بڑہنے لگی
روپہلی کرن آسمان پر تمام ‏ اڑانے لگی ریزۂ سیمِ خام
پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک ‏ دکھانے لگی موجِ دریا چمک
وہ مل مل کے ابرک شعاعِ قمر ‏ چھڑکنے لگی سطحِ آب پر
برسنے لگا نور افلاک سے ‏ تجلی اُبلنے لگی خاک سے
ہوا اسقدر روشنی کا وفور ‏ بنی ہر کرن تارِ بارانِ نور
بنے آئینہ سارے دیوار و در ‏ سفیدی پھری ہر در و بام پر

تجلی کثافت کو دھونے لگی
مکانوں پہ قلعی سی ہونے لگی

نظر آتے ہیں ٹیکرے جو ادھر
وہ کوہ صفاہن سے گئے سربسر

بلندی پہ اب بدر آنے لگا
ستاروں کو نیچا دکھانے لگا

بہت تل سے بنے دیدۂ حور مین
بہت چھپ گئے چادرِ نور مین

جو تھے خاص خاص اور معمورِ نور
وہی کچھ جھلکتے رہے دور دور

پکڑ کر ضیا کہکشان کی کمند
گئی تا سرِ بامِ بخت بلند

ضیا چمکی داغ جگر کی بہت
بڑھی کچھ چراغِ قمر کی بہت

اندھیرے کو سایہ ترسنے لگا
درختوں پہ جوبن برسنے لگا

ہے اس ناز سے چاندنی جلوہ گر
کہ سکتے کے عالم مین ہے ہر شجر

تجلی سے وادی یہ معمور ہے
کہ موج ہوا موجۂ نور ہے

وہ پھول اجلے اجلے ہیں جو سامنے
کٹوری سی چاندی کی سر پر لیے

جو کھلتے ہین اس وقت کیسی بہار
کہ ہون ٹوٹ کر جن پہ تارے نثار

چمک ریگ پر صحنِ بلور کی
بچھائی ہوئے چاندنی نور کی

یہ عالم جو دیکھا تو شل کتان
ہو پارہ پارہ دلِ عاشقان

شعاعون سے اڑنے لگی جو شرر
سوئے چرخ اٹھے کبک پھول کر

لگے ہونے اُٹھ کے ٹہلتے کہین / مچلنے لگے شور کرتے کہین
ہر اک حاسد ایسا ہی بکتا رہا / کہ مہ بدر تابان چمکتا رہا
نشا رفتہ رفتہ وہ شور و شغب / گئی تا کمر زلفِ لیلائے شب
چمکنے لگا سر پہ بدرِ منیر / بنا قبۂ نور چرخِ مسیّر
پئے لطفِ نظارۂ نورِ ماہ / چڑھا بام پر وہ شہِ عرش جاہ
طبق مین زرِ جد کے ورشا ہوا / قمر حسن کے لایا برائے نثار
فلک ٹیکہ چاندی کا باندہے ہوئے / پھرا گرد اُس شاہِ ذیجاہ کے
وہ بھیگی ہوئی آب رحمت سے رات / کہ تر دامنون کی ہو جس سے نجات
وہ شبنم کی خنکی وہ ٹھنڈی ہوا / وہ اشجار و آبِ روان کی فضا
وہ شاخون کا جھکنا لچک کر کہین / وہ لہرون کا اُٹھنا چمک کر کہین
وہ میدان مین چاندنی کا سمان / وہ شبنم کا گرد اُسکے کچھ کچھ دھوان
نجوم و قمر کا وہ عکس آب مین / وہ پانی مین جلتی ہوئی مشعلین
وہ ہر سمت چھایا ہوا نورِ بدر / وہ شب لیلۃ القدر کو جسکی قدر
بھری نور سے ڈالی ڈالی تمام / وہ اغیار سے بزم خالی تمام
نہ کوئی مصاحب نہ کوئی مشیر / حضوری مین حاضر فقط بینظیر

وہ اشعار پڑھنا چہکتے ہوئے / وہ خاص انکے جلبے پھڑکتے ہوئے
ہوا سُنکے اُس شاہِ دین کو سرور / لگا چلنے دورِ شرابِ طہور
وہی ساقیِ جامِ عرفان بنا / وہی قاسمِ آبِ حیوان بنا
میسّر ہوئی قسمتون سے یہ رات / پیالے سے دونون نے آبِ حیات
وہ ساغر پہ ساغر چڑھاتے گئے / لگاتار مستی بڑھاتے گئے
لُنڈھے خُم پہ خُم اور سُبو پر سُبو / و ڈھلی جائے ہردم یہی آرزو
بہت دیر پیتے پلاتے رہے / محبت کے نشے جماتے رہے
ہر اک اشکِ شادی بہانے لگا / لبِ جام ہنس کر رُلانے لگا
ہوا نشّۂ بیخودی کا یہ جوش / کسیکو نہ باقی رہا اپنا ہوش
محبّت دوئی کو مٹانے لگی / تکلّف کا پردہ اُٹھانے لگی
بنا بسترِ عیشِ حُسنِ قبول / بچھانے لگی شوخیِ ناز پھول
چمکنے لگا چہرہ اُمید کا / نگاہون مین رنگ آگیا دید کا
کلی آرزو کی چٹکنے لگی / وفا پنکھڑی سی جھکنے لگی
تمنا مین ہمدم تھین شوق کی / مرادون مین بو آگئی ذوق کی
گلے سے لگی مدعا کی اُمنگ / بندھا رخصتِ آہ و زاری کا ڈھنگ

غمِ دل کا چلتا ہوا ازدحام | قلق نے کیا دور ہی سے سلام
خوشی قلب کو گدگدانے لگی | مسرت سی چہرے پہ چھانے لگی
ملی تازہ بو گیسوئے یار کی | کٹین بیڑیان بندِ افکار کی
ہوس دل مین پہلو بدلنے لگی | نکلنے کو حسرت مچلنے لگی
سکون دردِ دل سے ہوا ہمکنار | تسلی ہوئی مونسِ جانِ زار
طرب آکے تشویش کھونے لگی | بغلگیر تسکین ہونے لگی
دل و سینہ کے زخم بھرنے لگے | امنگون کے جوبن ابھرنے لگے
ہوا شوق کا ضبط پر دسترس | بڑھا جوش مین آکے دستِ ہوس
یقین نے اٹھائی گمان کی نقاب | نظر آئی ہر آرزو بے حجاب
شک و ریب روپوش ہونے لگے | مقاصد ہم آغوش ہونے لگے
نگاہین لگین کہنے پیغامِ شوق | تمنا نے چوسا لبِ جامِ شوق
ادب سے بڑھین آگے گستاخیان | مرادین لپٹ کر بنین وصلیان
ارادے نئے داؤن چلنے لگی | وہ برسون کے ارمان نکلنے لگی
بڑھا گرمیِ شوق سے ساز و باز | عرق بن کے ٹپکا جبین سے نیاز
طبیعت کی شوخی رہی دمبدم | رکاوٹ کی باتین ہوئین کالعدم

ملا سازِ تقدیر سے سازِ وصل — بجا پردے مین نغمۂ رازِ وصل
فرح بخش توفیق ہونے لگی — تصور کی تصدیق ہونے لگی
آسودگی خوب باہم رہی — وہی خلوتِ اُنس محرم رہی
نہ باقی رہی دل مین کوئی ہوس — عنایت پکاری کہ اللہ بس
یہ سُنکر بنا خود فراموش وہ — ہوا جوشِ مستی سے بیہوش وہ
سنبھالا مگر ضبطِ چالاک نے — دئے چھینٹے آبِ رخِ پاک نے
کہا شہ نے اے مایۂ اختصاص — ازل سے ہی تو میرا محبوبِ خاص
رہی اسکی تصدیق ای نیکنام — مین تیرا ہی ہوکر رہونگا مدام
ملا ہے مجھے حکمِ مہرِ منیر — لقب دون تجھے عاشقِ منتظیر
خدا نے دیا سب تجھے بے ریا — ولی عہد کا تا ابد کر دیا
ازل سے ہے تو عاشقِ ازحق — ہوا آج صد شکر مختارِ حق
چلیگا ترا حکم آفاق مین — کہ تو صدر ہی بزمِ عشاق مین
تری دم سے پھیلیگا دنیا مین جوگ — کرینگے ترے نام سے عشق لوگ
تجھے ہم نے عالم سے دے دس ہزار — مرید اور ہر دم تری جان نثار
علاوہ برین بیشمار اہلِ دین — تری دم سے پائینگے راہِ یقین

کرینگے تری پیروی خاص و عام — کہ ہی وحی والہام تیرا کلام

پڑھے گا جو دل سے اسے ایکبار — وہ ہوگا ولی صاحب اختیار

زہے رحمت ای عاشق ذوالجلال — کہ خود منتظر اب ہے تیرا خیال

تجھے احتیاج دعا کچھہ نہین — کہ مرضی پہ تیری ہی رب امین

بشارت دیئے جاتا ہے وہ بشیر — تحیر مین ہے خسرو بے نظیر

کہ یارب کہان مین یہ رحمت کہان — کیا جسنے محبوب رب جہان

اسی فکر مین غرق ہی وہ حسین — کہ یاد آگئی اسکو لوح یقین

جو دیکھا اسے غور سے ایکبار — تو یہ راز اس سے ہوا آشکار

کہ پھر میر آکے اس دل مین — تجھے آزماتا ہے اس مجلس مین

یہہ دیکھا تو وہ عاشق پاکباز — پھرا گرد اسکے زروئے نیاز

کہا گر کے قدمون پہ اسے پاکذات — بھلا اس مین پردے کی تھی کون بات

اسی کی رہی آجتک دوڑ دھوپ — یہان آپ بیٹھے مین بدلے یہ روپ

ازل کی وہ باتین بھی کچھہ یاد ہین — محبت کی گھاتین بھی کچھہ یاد ہین

تکلف نہ رکھیئے روا اے کریم — کہ ہون آپکا آشنائے قدیم

یہہ کسواسطے رنگ لائے حضور — کہ اس جلوے سے مین آج آئے حضور

بلایا مجھے قدس کے دیس مین | یہان آپ بیٹھے ہین اس بیس مین
بھلا اس مین کیا مصلحت تھی حضور | جتا سکے کہ چکر مین کہاؤن ضرور
کہا مین نہ آتا جو اے خوش صفات | دکھاتا تجھے کون باب نجات
فقط تیری خاطر مین آیا یہان | محبت کا نقشہ جمایا یہان
اسی واسطے مین نے بدلا یہ بھیس | کہ لیکر تجھے لیچلون اپنے دیس
سحر ہو تو کھولون مین باب نجات | تجھے بخشدون حاصل کائنات
کہ زاد سفر ہو وہ حسن عمل | مرے ساتھ پھر تو سوی قدس چل
پہنچکر تو اس منزل عیش پر | بڑے چین سے تا ابد کر بسر
وہ اہل محبت وہ اہل طریق | وہین آ رہین گے ترے ہم شفیق
سنا جب یہ ارشاد مہر منیر | تو پڑہنے لگا وجد مین بے نظیر

غزل

محبت کا جذب و اثر دیکھیے | وہ خود لینے آئے خبر دیکھیے
کبھی جنکو لکھتے تھے ہم شوق سے | وہی آج ہین نامہ بر دیکھیے
کسی کا وہ منہ پھیر کر بیٹھنا | کسی کا وہ کہنا ادہر دیکھیے
کبھی میری قسمت کی پھر دیکھنا | ذری اپنی ترچھی نظر دیکھیے

اسی پر ہے نازِ نگاہِ کرم ۔ مین تڑپون اودہر آپ اُدہر دیکھیے
یہ آنکھین بہت دن سے تہین فرشِ راہ ۔ وہ آئے ہین اب راہ پر دیکھیے
کوئی عشق کہتا تہا کوئی جنون ۔ بتاتا ہے کیا چارہ گر دیکھیے
وہ آخر ملے بات کی بات مین ۔ وہ طول اور یہہ مختصر دیکھیے
بہت خوبصورت ہین یوسف مگر ۔ ذرا آپ کو دیکہکر دیکھیے
اس آئینہ خانہ مین حیرت ہے یہ ۔ کسے دیکھیے اور کدہر دیکھیے

نہین کہولتے آنکھہ کیون منتظر
وہ آتا ہے کوئی ادہر دیکھیے

باب نجات

پلا اب وہ مَی ساقیِ پاکذات ۔ بنے حلقۂ جام بابِ نجات
اچھوتی دے وہ دخترِ رز مجھے ۔ کہ ہو دم پہ قابو دعا دون تجھے
بنا مست و بیخود مثالِ عبیر ۔ کہ دیکہون مین اپنے ہی عالم کی سیر
اٹھا جام کر جلد رفعِ ملال ۔ کہ دنیا سراسر ہے خواب و خیال
وہی خوب ہین جو کہ ہنتی ہین مست ۔ غمِ نیست انکو نہ کچھہ فکرِ ہست
وہ مَی دے کہ ڈوبین محبت مین ہم ۔ کہ رہتی ہے شادی نہ رہتا ہے غم

مجھے مست کر کر تو پہر پچاوہان — انا الحق ۔ سکہے ذرہ ذرہ جہان
نہ چھوٹے مگر یہ سلامت روی — کہ پی کر ابلتے ہین کم ظرف ہی
ہر اک راز کی پاس داری رہے — بہکنے مین بہی ہوشیاری رہے
نہ لغزش ہو کچہہ خود پرستی مین بہی — قدم لڑکھڑائین نہ مستی مین بہی
چھڑا دے خیال حیات و ممات — کہ دنیا کے سب کام ہین بے ثبات
وہ مے دے کہ جو کر دے یون بیخبر — نہ جنت کا غم ہو نہ دوزخ کا ڈر
اٹھا جام دے بہر کے بادہ شراب — جو دل سے اٹھا دے دوئی کا حجاب
مری مے پرستی کی وہ شان ہو — جہان خود پرستی بہی یان ہو
حرم سے نہ مطلب نہ ہو دیر سے — لگاوٹ نہ باقی رہے غیر سے
نہ اغیار کام آئین گے کچہہ نہ یار — خیالی ہین سارے یہہ نقش و نگار
پلا ساغر عشق کر شاد کام — ہے دنیا فقط ایک دہوکے کا نام
کہانتک مین افسانہ دل سنون — کہانتک صراحی کا قلقل سنون
پلا بادہ پہر سن مری داستان — کہ ہے جام آئینہ راستان
نہ گھبراؤن کیون دور ایام سے — صدا آرہی ہے لب جام سے
رہیگا نہ کوئی رہا بے نظیر — رہے نام اللہ کا بے نظیر

یہ وہ دور ہے جز خداوندگار — کسیکا بھی ہرگز نہین اعتبار
نہین جز ترے جو کسی کو بقا — مجھے ذات مین اپنی کر تو فنا
نہین جانتا کوئی دم کا شمار — نہ ٹوٹے کبھی جام زرین کا تار
شفق نے گرائی جو خم سے شراب — اُٹھا تمتما ہوا آفتاب
حیا صبح کی مہر کھونے لگا — دماغ ہوا گرم ہونے لگا
چلی لڑکھڑاتی نسیم سحر — شعاعین پڑین نشہ مین جھوم کر
سنبھالے ہوئے آپ کو بے نظیر — چلا سوے دربار مہر منیر
ملا راہ مین جیسلہ نامور — یہ پہونچائی اُس باوفا نے خبر
مین جانے کو تہا خدمت شاہ مین — مگر آپ ہی مل گئے راہ مین
ذرا اتنی تکلیف فرمائیے — جواہر کو بھی ساتھ لیجائیے
یہ سنکر چلا وہ شہ دو جہان — وہ جس جا فروکش تھی آیا وہان
اُسے بھی غرض ساتھ لیکر وہ شاہ — گیا پیش سلطان گیتی پناہ
بہ آئین شائستہ و دلپذیر — ہوئی وہ قدم بوس مہر منیر
وہ سلطان عالی نسب ذی کمال — بہت خوش ہوا بعد تفتیش حال
ہوئی رخصت درد و غم ناگزیر — ہوا مورد صد کرم بے نظیر

سجا کر زراہِ عنایت اُسے — دیا سونپ گنجِ محبت اسے

کہا ہے یہی حاملِ کائنات — اسے لیکے جا سوئے بابِ نجات

یہہ کہکر اُٹھا جب تو وہ سب کے سب — روانہ ہوئے ساتھہ با صد ادب

ذری دور جا کر لگا شاہِ دین — کہا دیکھہ اب اپنی لوحِ یقین

پڑی لوح پر جو نظر اکبار — تو کیا دیکھتا ہے وہ عالی وقار

یہہ لکھا ہے اے عاشقِ منتظر — اٹھا جلد دامانِ مہرِ منیر

اسی مین تو چھپتا اب آخوش صفات — نظر آئے تا تجھکو بابِ نجات

پڑا یہہ تو فوراً شہِ منتظر — چھپا زیرِ دامانِ مہرِ منیر

دکھائی دیا سامنے ایک باب — تجلی مین رشکِ مہ و آفتاب

وہ بابِ سعادت بلند اسقدر — کہ مشکل ہے کلسونپہ ٹھہرے نظر

نگہبان ہزاروں پیادے سوار — فرشتونکا بہی ہو نہ اُسجا گذار

اُنہون نے جو دیکھا اٹھا کر نظر — کہ آتا ہے شاہنشہِ نامور

برابر کھڑے ہو گئے اک طرف — جھکے بہرِ تسلیم وہ صف بہ صف

قریب آگیا جب وہ عالی تبار — قدم آکے سب نے لئے اکبار

لئے ساتھہ اُسکو بصد عز و شان — ہوا داخلِ بابِ شاہِ جہان

ہوئی ختم جب وقت وہ جذب باب | تو بولا وہ سلطانِ رحمت مآب
ذرا دیکھ اب لوح ای بے نظیر | کہ کہتی ہی وہ کیا بحکمِ قدیر
یہ سنکر جو ہین لوح پر کی نظر | تو اپنی ہی تصویر تھی جلوہ گر
نہ اور اک شادی نہ ماتم رہا | فقط ایک حیرت کا عالم رہا

وادی حیرت

پلا اب وہ مے ساقیِ مہ جبین | کہ آئینہ بنجائے لوحِ یقین
دے جائے خوش پڑہے جا درود | بنا دے مجہی مستِ علمِ وجود
وہ مے دے کہ ہو اسکا عین الیقین | کہ انسان ہی ہی کتابِ مبین
فلک پر اُڑا وہ سنہرا غبار | سنورتے ہوے وادی و کوہسار
نجوم اپنی ہستی کو کہونے لگے | تجلی مین روپوش ہونے لگے
سحر لیکے آئینۂ آفتاب | ہوئی جلوہ افگن بصد آب و تاب
مطلا پہاڑونکی وہ چوٹیان | دکھاتی ہین اسوقت کیا کیا سمان
ہرے نخل اُنپر زرافشان کرن | شعاعونکی وہ کونپلون پہ پہبن
وہ سرسبز پودے طراوت بہرے | وہ شفاف چشمے لطافت بہرے
وہ شبنم کی دہوئی ہری ٹہنیان | زمرد کی وہ قدرتی کلغیان

وہ پانی کا جھرنا وہ چاندی کے تار
وہ شیشے کی چادر وہ صاف آبشار
سرِ شاخ پھولونکا کھِلنا کہین
گلے مل کے نہرونکا بہنا کہین
وہ گدرائے پھل ہر شجر باردر
جھپا پڑتا ہے جوبن اشجار پر
کہین لالۂ سرخ ساغر بدوش
کہین نرگسِ مست حیرت فروش
وہ نکھرا ہوا چہرۂ نونہال
وہ بکھرے ہوے سنبلِ پرپیچ بل
کہین پھول پھولے کہین مرغزار
ریاحینِ خودرو کہین بے شمار
جا سروِ کوہی کا دنگل کہین
چرندونکا جنگل مین منگل کہین
وہ گنجان شاخین شجر سایہ دار
پہاڑونکے دامن مین وہ سبزہ زار
کہین طائرانِ سحر نغمہ زن
کہین چوکڑی بھر رہے مین ہرن
کہین غول کے غول رعنا غزال
پری کے پرے مرغِ یاقوت بال
پرندونکا جھرمٹ برنگِ سحاب
کہین جھنڈ چڑیونکا بالاے آب
وہ دریا کا موجین کہین مارنا
کہسارون مین شیرون کا ہنکارنا
کہین غار مین جاگزین تیندوے
کہین کہو مین بیٹھے ہوے اژدہے
درندونکا جنگل مین وہ گہومنا
کہین ہاتھیون کا کھڑے جھومنا
کہین گنڈپر وہ گھنی جھاڑیان
وہ وہ دام جسمین ہزارون ہمان

چٹانون پہ وہ چادر آب صاف | یہ چاندی کے تیر کا جیسے غلاف
کہین گھاٹیون پہ پرندون کا زور | کہین ڈالیون پر پرندون کا شور
وہ کیلے کا جنگل وہ آب روان | ترائی مین لاکھون جڑی بوٹیان
وہ گلون کا چرنا چراگاہ مین | بچھا سبزہ قالین ہر راہ مین
سلین سنگ مرمر کی باآب و تاب | دکھانے لگین پرتو آفتاب
ذرا وہ جو چلکر بیابان مین | روان ایک دریا ہے میدان مین
تلاطم ہے امواج کا اسقدر | کہ آتا نہین وہ کنارہ نظر
یہ سب ہے مگر کوئی مرد خدا | نہین دیکھتا کچھ بھی اسکے سوا
جدہر آنکھہ اٹھاتا ہے وہ باخبر | تو اپنی ہی تصویر ہے جلوہ گر
یہہ عالم تحیر کا ہر بات مین | کہ جو شے ہے وہ اپنی ہی ذات مین
کھڑا ہے تردد کی حالت مین وہ | پھنسا ہے بہت سخت حیرت مین وہ
کھڑا سوچتا ہے وہ نازک مزاج | کہان لائی ہے مجکو تقدیر آج
ہوا محو حیرت جو وہ خوش عمل | تو پھر اسکے پڑھنے لگا یہ غزل

غزل

یہ کیا ہی ہین خیر شر ہی کا ہین | ہر اک شے کے نفع و ضرر ہی کا ہین

ہمین کوہ و وادی ہمین جوے آب — ہمین نخل و سبزہ و صحرا ہی ہین
ہمین ہین مورخ ہمین داستان — ہمین مخبر حق خبر ہی ہمین
ہمین دیر و کعبہ ۔ خدا و صنم — ہمین صاحب خانہ گھر ہی ہین
ہمین لامکان مین ہمین ہر جگہ — ادہر ہی ہمین ہین ادہر ہی ہمین
ہمین دفتر کل ہمین لفظ کن — ہمین طول ہی مختصر ہی ہمین
ہمین خود مبصر ہمین خود نگاہ — تماشاے اہل نظر ہی ہمین
ہمین نیست ہین خود ہمین ہست ہین — قضا ہی ہمین ہین قدر ہی ہمین

ہمین نقش جانان ہین بے نظیر
ہمین ذات باری بشر ہی ہمین

اسی کشمکش مین سر انجام کار — اسے لوح یاد آگئی ایک بار
مگر وہ تو پہلے سے آئینہ تھی — نظر آئی پہر اپنی صورت وہی
اسی شکل سے پردہ رعنا جوان — لگا پوچھنے کیا کرون اب یہان
وہ کہنے لگی اے شہ باخبر — یہہ وادی حیرت کا ہی سب اثر
تری شکل ہر جا ہی گو جاے گیر — نہان ہیا ہمین ہین ہی مہر منیر
تمون یہان سے تو کر اختیار — کہ تا تجھپہ یہ راز ہو آشکار

جسے ساتھہ تیرے تغیر ہو — سمجھہ پھر اوس صورتِ پاک
پلٹ پڑے تو دامن اوسی مرد کا — نہ اندیشہ کر گرم کا سرد کا
جو ہو ربط اوس شاہِ دیندار سے — ابھی پار ہو بحرِ زخار سے
جو اس بحرِ حیرت سے جا کے گذر — پہنچ جائے تا دشتِ ہو بحیط
یہ سمجھا تو وہ خسروِ نامدار — بدلنے لگا حالتیں بیشمار
بدلتا گیا جیسے جیسے وہ رنگ — وہ شکلیں بدلتی رہیں بیدرنگ
نظر آئی اک صورتِ بینظیر — کہ ہرگز نہیں وہ تغیر پذیر
یہ دیکھا تو وہ خسروِ دو جہان — ہوا اک طرف ساتھہ اوسکی روان
جدہر سے وہ ذیجاہ ہو کے گئے — بہت لوگ ہمراہ ہوتے گئے
نظر آئی اک کشتیِ امتحان — ہوے سب سوار اسپہ با عز و شان
چلی جس گہڑی موجِ بادِ مراد — روانہ ہوے سب وہ عالی نژاد
گئے جب کہ دہارے میں وہ نیک خو — بھنور میں پڑی کشتیِ آرزو
جو طوفانِ حسرت ہوا آشکار — ہوے خوف سے سب کے سب بیقرار
بدلنے لگا رنگ ہر ناخدا — مگر ایک حالت پہ تہا ناخدا
یہہ کہتا ہے گو ہو خفا جی سے تم — کہیں کود پڑنا نہ کشتی سے تم

یکایک وہ گھبرا گئے اسقدر — گرے بحر ذخار مین جیسے
مگر لوح کے حسب تحریر شاہ — رہا پھر وہ جزیرے مین بپناہ
بہت کوششون سے غرض ناخدا — کنارے پہ کشتی کو لے ہی گیا
کنارے پہ پہونچکر یہ ٹھہری صلاح — کہ اس وقت ہے بس اسی مین فلاح
کہ جو ڈوبتے ہین بچا لو انہین — جسے جس طرح ہو نکالو انہین
غرض ملکے دونون وہ عالی خصال — جہانتک ملے انکو لائے نکال
کنارے جو پہونچے بحکم قدیر — لگا دیکھنے لوح کو بے نظیر
تو اُس آئینے مین یہ آیا نظر — کہ تصویر محبوب ہے جلوہ گر
نہ تنہا یہ پیش نظر ٹھہری — جدہر آنکھ اٹھائی ادہر ٹھہری

دشت ہو

کہان ہے تو ساقی یہ کیا طور ہے — کہ ہر سو ہوا اللہ کا دور ہے
بنا جلد بخود ترے دم کی خیر — کہانتک یہ کثرت مین وحدت کی سیر
وہ مے دے کہ دو دن جسکو تشنگی — نثار دے مجبور کی ذات مین
شب غم کی رخصت وہ پچھلا پہر — وہ تارونکی چھان وہ نسیم سحر
اُٹھو جاگو کی ہر طرف ہی پکار — سحر کہا کے فارغ ہوئے روزہ دار

تجلی رحمت کا ہے ہو ظہور | بسیروں سے اڑنے لگے وہ طیور
وہ کچھ کچھ پہ چہکنے لگیں کج پلین | کھر دار اُڑنے لگیں کج کلین
پپیہوں نے دل پر لگائی وہ چوٹ | کہ معشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ
تجلی فشاں گنبدِ آسمان | نمودِ سحر کا سہانا سمان
طیورِ سحر گرم حمد و سپاس | تماشنج مرغانِ زرّین لباس
کوئی سے بڑھاتا ہوا جوش مین | ہے آتش فگن خرمنِ ہوش مین
کوئی گٹکری لے رہا ہے کہین | کوئی مینڈھی دے رہا ہے کہین
خوش آیند تھوڑی سریلی صدا | ہر اک رنگ کے چہچہے جا بجا
کوئی زمزمہ سنج ایسی آن سے | کہ آڑی نکلتی ہے اِک تان سے
دکھاتا ہے کوئی رکھب کی بہار | کوئی اپنے پنچم کے سُر پر نثار
لگاتا ہے وہ چھوٹ کوئی اس طرح | کہ سُر اپنے قبضے مین ہو جس طرح
چڑھی اُتری سمّ کی چل پھر کہین | وہ گندھار پر زمزمہ دل نشین
وہ چھوٹ اور سم کی جھپٹ پر بہار | وہ کوتونگی بادی سرود لگاتار
کوئی کر رہا ہے وہ شق پسند | دکھاتا ہے دُھن کی کوئی شدومد
کوئی بول اور گت پہ نغمہ سرا | کوئی جوڑ اور انترے پر فدا

وہ بلتی ہین پیپل کی جو پتیان
بجاتی ہین ہر تال پر تالیان

کہین ٹیپ کی دون کا شور ہی
کہین آترے چوتالے کا زور ہے

صدا اون سے گونجا ہوا بن تمام
درختون پہ حیرت کا جوبن تمام

سنا جب یہ ذکر خفی و جلی
اٹھا بستر خواب سے مہر بہی

ہوا محو فکر سفر مین دماغ
صدا اسنے جرس بنکیا شور زاغ

کنارے سے آگے بڑہا بینظیر
وہی ہر طرف شکل مہر منیر

ملا اک کف دست میدان ریگ
جدہر دیکہیے اک بیابان ریگ

وہ بالو کے ٹیلے وہ اونچے پہاڑ
کہین چاندی کے ٹیکرونکی وہ آڑ

ہوا کے وہ جہونکے خدا کی پناہ
ادہر سے تصور کی دہندلی نگاہ

قریب آگئی دوپہر جب ہان
تپش سے ہوئی ریگ آتش فشان

شرر بنکے ذرے جو اڑنے لگے
ہوے کوہ آتش فشان ٹیکرے

نظر دیکہتا ہے یہی بینظیر
بیابان ذرہ ذرہ ہی مہر منیر

ہوا جد مین آکے نغمہ سرا
تو پیدا ہوئی ہر طرف یہ صدا

غزل

مرے جان و دل مین لگا ہی
جدہر دیکہون جلوہ نما ہے وہی

وہی راہ رو ہے وہی رہنما — وہی مقتدی مقتدا ہے وہی
وہی بادِ صرصر وہی گردِ راہ — وہی ریگ موجِ صبا ہے وہی
وہی منزلِ عشق مین میلِ راہ — نشانِ رہِ مدعا ہے وہی
وہی سب سے اول۔ اسی کا ظہور — وہی سب کا بانی بنا ہے وہی
وہی سب کی صورت وہی سب کی جان — وہی سب سے واصل جدا ہی وہی
وہی ساقی و می وہی محتسب — وہی رند ہے پارسا ہی وہی
ہر اک جسم مین ہی وہی بس خموش — ہر آواز مین بولتا ہے وہی
وہی خود مرض ہے وہی خود دوا — ہر آزار کی خود شفا ہے وہی
کبھی دیکھتا تہا مین نیرنگِ دہر — نگاہون مین اب پھر رہا ہی وہی
وہی ذاتِ مطلق وہی بےنظیر — وہی شکلِ انسان خدا ہے وہی
یہ پڑہتا ہوا جا رہا ہے وہ شاہ — گیا بیٹھ اک جا مگر بھر کے آہ
نظر لوح پر کی جو زیرِ سپہر — تو دیکھی پھر اُس مین ہی شکلِ مہر
اسی شکل سے وہ شہر کاردان — یہ کہنے لگا کیا کرون اب یہان
رہون کب تک اس حال مین نا اسیر — جسے دیکھتا ہون وہ مہرِ منیر
وہ تصویر کی لے کا مردان — نشا دے تو اب قیدِ صورت یہان

فقط اپنے ہی دل سے کہہ مدعا — کسی غیر سے تو نہ رکھ واسطا
ہر اک عزم ہر فعل کو اسے جری — سمجھ یہ کہ محرک ہے اسکا وہی
ترے دل مین جو آئے گر بید شک — کہ جاتی رہے یک قلم یہ جھجک
ملے آگ بھی تو نہ رُکنا کہین — کہ آجائے قدرت کا حق الیقین
جو ہو بے تکلف تو ہر بات مین — ملے جا کے محبوب کی ذات مین
سوے قدس جسوقت ہوگا گزر — تجھے خود نہو گی کچھ اسکی خبر
کہ مین کون ہون اور آیا کہان — نہ تمیز ہوگی کسی کی وہان
یہان تو مٹا دے قیودِ صفات — وہان خود نہ رہجائیگی قیدِ ذات
گئی ہے جو وہ اک رہِ مستقیم — چلا جا اسی سمت بے خوف و بیم
وہان ہے سوے راست استقی — وہ نکلا ہے اک کوچۂ بیخودی
سر راہ ہے ایک تخت روان — کہ گردش مین ہے صورتِ آسمان
یہ گو سب نظر آئینگے شکلِ مہر — بہر نوع دکھلائینگے شکلِ مہر
مگر پوچھنا دل سے ای تازہ بخت — دکھیگا یہ راہ ہے یہ ہے تخت
سوار اسپہ ہونا تو با کر و فر — نہ تا قدم پھر ہوگی تجھکو خبر
رہیگا نہ معشوق و عاشق مین فصل — وہان ایک ہو جائیگی نقل و اصل

وہان جاکے دیکھیگا جب آنکھین | تو کچھ بھی نہین اور سب کچھ وہین

بہار

پلا ساقیا وہ مئے لالہ فام | گلابی رہین میری آنکھین مدام
سناتی ہے اک گل کی دوری مجھے | چھکا دے رہے تا حضوری مجھے
ہے نوروز آج اے بہار کرم | بنا دے مجھے غیرت جام جم
نظر آتی ہے قدرتِ ذوالجلال | کہ پیش نظر ہے زمانے کا حال
ابھی جل رہا ہے قمر کا چراغ | کھلا ہے سحر سے نظارونکا باغ
وہ جو کہکشان کی سڑک ہے ادہر | شعاعون نے چھڑکا ہے اسے رات بھر
ہر اک سمت ہے کیا سہانا سمان | فرح بخش ہے کیسی تارونکی چھان
ابھی تک نہین آتی آوازِ کوس | جبینِ فلک ہے جبینِ عروس
وہی مشعلین جاتی ہین آب مین | وہی پھول پھولے ہین تالاب مین
کہین اونگھتے ہین تعجب گدا | پڑے ہین کہین مست شب زندہ دار
گئے شہر سے بھاگ کر دور چور | نہین اب کہین پہرے والونکا شور
تجلی کا ہے ہر طرف گو ہجوم | مگر ماند ہونے لگے ہین نجوم
پری صورت تارونکی مدھم مگر | ابھی ہنس رہا ہے چراغِ قمر

تجلی مین ڈوبی ہوئی چاندنی
بنی آمدِ صبح سے جیسرنی

قریب آتی جاتی ہے اب صبح کمل
یہ نقلی ضیا ہوگی دم بھر مین اصل

شفق آسمان پر ہوئی خیمہ زن
گلابی رنگا چرخ نے پیرہن

شعاعونکا جھونکا جو آنے لگا
چراغِ قمر جھلملانے لگا

بدلنے لگا رنگ پیرِ فلک
دکھانے لگی ضو شفق کی جھلک

دمِ صبح والفجر پڑھنے لگا
اُجالا بھی رہ رہ کے بڑھنے لگا

نظر آتا ہے آدمی دور کا
پھٹی پو وہ تڑکا ہوا نور کا

گیا سیر کو غرب مین ماہتاب
نظر آئی وہ شرق مین آب و تاب

پڑا بہتے پانی مین عکسِ شفق
بنی سطحِ دریا گلابی ورق

اُڑا ہر طرف وہ ابیر و گلال
ہوا دامنِ موج تک لال لال

مچانے لگا شور ہر سو گجر
لگانے لگی بانگ مرغِ سحر

ہوئی صبح رنگین ادا خندہ زن
چمکنے لگی جگمگاتی کرن

چلے جانبِ میکدہ بیدخوان
نمازی اُٹھے سُنکے شورِ اذان

لئے ہے جام و دستِ رندانِ مست
درِ میکدہ پر اُٹھے سے بہت

شعاعونکی بڑھنے لگی اب بہار
بنا لالہ زارِ فلک شعلہ زار

سنہرا ہوا عارض چرخ پیر / نکلنے پہ ہے آفتاب منیر
وہ چھایا گلستان پہ رنگ شفق / مطلا ہوئے سارے گل کے ورق
وہ بلبل وہ طوطی شکر شکن / چہکتے ہین کیا کیا طیور چمن
جوانان گلشن لب جویبار / اٹھے بہر تعظیم فصل بہار
عنادل کا ہر سمت جوش و خروش / نسیم چمن مست و نزہت فروش
کہین بلبل زار کے چہچہے / کہین شاہد گل کے وہ قہقہے
بہار آئی نکھرے نہال چمن / بدلنے لگے نخل رخت کہن
وہ بوٹون مین کلے لگے پھوٹنے / عنادل کے چٹکلے لگے چھوٹنے
درختون نے پہنا وہ دھانی لباس / لب نہر سبزہ زمرد اساس
نئی پتیان وہ چمکنے لگین / وہ کھل کھلا کے کلیان مہکنے لگین
ریاحین سرسبز تازہ بہار / وہ پھولی حنا ہر طرف عطر بار
وہ شاخون مین کونپل نکلنے لگی / درختون کی صورت بدلنے لگی
بنفشہ کہین سنبل تر کہین / کہین سوسن و گل بہار آفرین
گلستان مین ہر سو شمیم بہار / اڑی دوش باد سحر پر سوار
حسینان نازک ادا لالہ رو / روش پر ٹہلتے ہین ہم رنگ بو

کھلے پھول بیلے کے وہ لاجواب ‏ وہ پھولے ہزاروں طرح کے گلاب
وہ پھولی چنبیلی کھلا سونگرا ‏ کھلی چاندنی باغوں جا بجا
وہ گڑہل کھلا اور جعفر کھلا ‏ وہ نرگس کھلی اور شبّو کھلا
وہ پھولی نواڑی کھلے کاسنی ‏ وہ لالہ کھلا وہ کھلی کاسنی
چمن زیورِ گل سے زیبا نگار ‏ وہ نوخاستہ نوعروسِ بہار
بھرا ہے سے لالی کا رنگین ایاغ ‏ دہکنے لگا آتشِ گل سے باغ
یہ فطرت کا ہی قدرتی انتظام ‏ کھلے پھول لاکھوں طرح کے تمام
وہ پھولوں پہ اڑتی ہوئیں تتلیاں ‏ دکھاتی ہیں قدرت کی صناعیاں
پڑے ہیں جو اس لطف سے بے خبر ‏ جگاتی ہے انکو نسیمِ سحر
لیے لخلخہ موجِ بادِ بہار ‏ ٹہلتی ہے جوشِ نمو پر سوار
لگیں پھولوں پر شہد کی مکھیاں ‏ وہ چھتوں سے جھکنے لگیں ٹہنیاں
بھری گود شاخوں کی اثمار سے ‏ ٹپکنے لگا شہد اشجار سے
وہ گدرائے پھل رنگ لانے لگے ‏ انار اپنے جوبن دکھانے لگے
وہ انگور وہ رس بھری لیچیاں ‏ لٹکتی ہیں آموں میں وہ کیریاں
ترو تازہ ہر سبزہ ہے بر شجر ‏ لدے ہیں درختوں میں فصلی ثمر

وہ نارنگیوں اور لیموں کے پھول   کہ بے سونگھے ہوں مست اہلِ عقول
وہ فصلِ بہی کے خرمن کے ڈھیر   جنھیں دیکھ کر قحط سالی ہو سیر
وہ صحرا کی دیکھے کوئی اب بہار   کہ پھولوں سے ہر شاخ ہے شعلہ زار
وہ پھولا ہوا ڈھاک بھی ہر طرف   لگائے ہے اک آگ سی ہر طرف
وہ سرسوں میں سنبل کے گل کی سبیل   دکھاتی ہیں لطفِ ریاضِ خلیل
وہ سرسوں کے پھولوں کی بو تیز و تند   کہ جسے سونگھتے ہی کھلے ذہنِ کند
دکھاتی زمیں اسوقت کیا کیا چمن   چمکتی ہو چاندی کی جیسے کرن
کہ ہر سمت یہ آئی ہوا یا نسیب   مگر ہے کروندے کا جنگل قریب
عجب مست خوشبو ہے پھولوں کی واہ   ہوئی جاتی ہے دل کی حالت تباہ
بہت دور وہ جھاڑیاں ہیں مگر   ہوا میں لپٹ آ رہی ہے ادھر
کہیں نیم کے پھول عطر آفریں   کہیں گچھے کچنار کے نازنیں
کرن پھول انکو ہر سے بے شمار   دکھاتا ہے چاندی کے گھنگرو مدار
وہ سیمل کے وہ سرخ گھنگچی کے پھول   التاس اور رمال کنگنی کے پھول
وہ صحرا کا ہر نخل پھولا ہوا   نسیم بادِ صرصر کو بھولا ہوا
ہوا میں ہے نشو و نما کا اثر   ہیں مستی پہ وحش و طیور و بشر

دکھاتا ہے پھولون کا جوبن ابھار — امنگون پہ ہے جوشِ رنگِ بہار
نہین ہوتا یہ زورِ ہستی کبھی — کہ ہر شئے پہ چھائی ہے اک بیخودی
مین اُس شانِ قدرت پہ ہر دم نثار — دکھائی ہین جس نے کیا کیا بہار
کئے خلق لاکھون طرح کے بشر — نہین ملتین پر شکلین بایکدگر
نظر آتی ہین جتنی یہ صورتین — ہجومِ خیالات کی مورتین
نہین قیدِ صورت فقط بات ہے — یہ کچھ بھی نہین ذات ہی ذات ہے
اُسی کے کرشمے ہین یہ روز و شب — کہ اک چیز ہے دوسری کا سبب
فلک پر وہ جھل مل دکھاتی ہوئین — شعاعین پڑین جگمگاتی ہوئین
ہوئی دھوپ ٹیلون پہ جلوہ فگن — درختون کی چوٹی پہ چمکی کرن
تجلی سے عالم ہوا فیضیاب — وہ نکلا چمکتا ہوا آفتاب
وہ تختِ روان پر کوئی ذی ہمم — اُڑا جاتا ہے شکلِ ابرِ کرم
مگر اُس کو اسکی نہین کچھ خبر — کہ مین کون ہون اور آیا کدھر
یکایک ملایک بابِ بلند — ہوا اُسمین داخل ہو وہ فیروزمند

روضۃ القدس

پلا ساقیا جامِ حق الیقین — لعفیۃ . لنا راح نورٌ مبین

دے جائے وصل یہاں اے کریم
فطوبیٰ لہ فاز فوزاً العظیم

ابد تک یونہیں رکھہ مجھے کامیاب
ہو اللہ یعطی بغیر الحساب

تو قادر قوی و ولی کردگار
مین بندہ ترا پر گنہہ شرمسار

یہہ قدرت ہے تجھہ صانع پاک کو
محمدؐ سے روشن کیا خاک کو

ترے لطف سے ہے یہہ سب اے نگار
بہارِ شباب و شباب بہار

یہہ تیری عنایت جوانی مری
ہے کس شان کی زندگانی مری

بنایا ہمین عاشقی کے لیئے
پھر اُس پر کمالات اتنے دیئے

ادا شکر جن کا نہ ہوتا ابد
لک الحمد یا ذالجلال الصمد

جسے جسقدر چاہے دے اختیار
تو قادر ہے اے میرے پروردگار

تری حکم مین ہین زمین و زمان
کوئی جائے پھر تجھہ سے بچ کر کہان

مین بندہ ہون تیرا تو معبود ہے
یہہ سب کچھہ نہین۔ توہی موجود ہے

جو پردہ اُٹھا دے تو اے ذوالمنن
تو گم ہونگا ہونے یہہ ما و من

تو آنکھون مین یارب تجہی جی مین ہے
مگر لطف کچھہ بندگی ہی مین ہے

عنایت کی جس پر کرے تو نظر
معائب کو واللہ کر دے ہنر

غرض نیک و بد سے نہین زینہار
کہ تو ذوالمنن ہے خداوندگار

یہ سب تیری قدرت ہے اے ذوالجلال
کہ ہر رنگ میں ہوں عدیم المثال

پڑھایا سبق ہم کو اخلاص کا
کیا مورد اس رحمتِ خاص کا

دیا پھر پیمبر بھی وہ اے غفور
کہ جس کے لیے ہے یہ سارا ظہور

وہ احمدؐ وہ محبوبِ ربِّ جلیل
نویدِ مسیحا دعائے خلیل

وہی حسنِ گل عشقِ بلبل وہی
غرض سب یہ افراد ہیں کل وہی

دیا پھر وہ مرشد بھی اے ذوالجلال
جو اس وقت کونین میں بے مثال

وہ محبوبِ فرزندِ شیرِ خدا
سرِ اولیا وارثُ الانبیا

وہ جلوہ نمائے کمال و وصال
وہ آئینۂ قدرتِ ذوالجلال

وہ توحید و وحدت کے پشت و پناہ
شریعت طریقت کے وہ تکیہ گاہ

وہ مرشد مرے وہ گرامی پدر
جو ہر راز سے عشق کے باخبر

شہنشاہِ دین شاہ احسن علیؒ
وہ قطبِ مدار و فقیہ و ولی

خلافت کے رو سے بحسنِ تمیز
تھے وہ نائبِ شاہ عبد العزیز

اب اس سے زیادہ ہو گیا مرتبا
کہ ہیں عاشقِ سنتِ مصطفیٰ

انہیں کا ہے یہ فیض اے ذوالمنن
دیا تو نے ایسا جو استادِ فن

لقب جس نے رحمت سے پایا وحید
یہ پھر کیوں ہو عالم میں یکتا وحید

نثارِ محمدؐ وہ قطبِ زمن — وحید و یگانہ خدائے سخن

الٰہی وہ محبا سے ناز و نیاز — مرا مرشدِ پاک و دانائے راز

وہ عالی نسب سیدِ پاک زاد — ابد تک سلامت رہے بامراد

اُنھی کی بدولت مین پہونچا یہان — کرون جسپہ قربان مکان لامکان

وہ اک شہر ہے روضۃ القدس نام — سراسر صفا جانِ خوبی تمام

مکانات اہلِ صفا کی ضمیر — نکالی ہوئی خشت ماہِ منیر

عمارات حیرت فزائے ملوک — مقامات اسرارِ اہلِ سلوک

مکانون مین نقشِ ازل کی نشست — وہ رفعت کہ ہو اوجِ اندیشہ پست

وہ دیوارین مآئینہ باآب و تاب — جو دل سے اوٹھا دین دوئی کا حجاب

نہ پھر کیون ہون وہ راست ایجاد مین — کہ ہو اصلِ حق جن کی بنیاد مین

ملی آبِ رحمت سے عالم کی جان — گلابہ بنا اُس کا جب بیگمان

لگائے دلِ عارفان جائے خشت — ہوئی صرف تعمیر مین سرنوشت

پڑا سرخی مین رنگِ مہرِ جمال — سفیدی مین کافورِ صبحِ جلال

بلندی کو لازم تھی پستی جہان — تو لی عشق کی خاکساری وہان

جہان تھی مناسب نمودِ فراز — وہان صرف کی رفعتِ کبر و ناز

دیا عرض اگر کچھ ابرِ امید کا
تو ہے طول بھی حسرتِ عید کا

نہ کس طرح مضبوط ہون پھر جہات
ہر کرسی مکانون کی پائے ثبات

ہر اک کنگرہ مصرعِ اوجِ کمال
ہر اک آستان عرشِ جاہ و جلال

پناہِ غریبان درِ ارجمند
عصائے ضعیفان ستونِ بلند

محافظ ہر اک در کا پیکِ حیات
وہ ہر ایک دروازہ بابِ نجات

ہر اک گوشہ مین راز کا بند و بست
ہر اک کمرہ خلوت سرائے الست

قضا و قدر نام معمار کا
توکل وہان پشتہ دیوار کا

بھرا کوٹ کر ہر طرف رنگِ عشق
وہ شفاف دیوارین بے زنگِ عشق

جو خالی رہی جائے اہلِ نیاز
بھرا اس مین خونِ شہیدانِ ناز

مکانون مین ہر سو وہ نورِ امید
کہ بختِ سیہ بھی وہان ہے سپید

چراغِ رضا سے ہو روشن ہین گھر
ہے تسلیم سے حسنِ محرابِ در

ہر اک در کی محراب مین ہے وہ خم
کہ قوسین کھائین اسکی قسم

مکانون مین مستی وہی ہے تمام
کہ اس کا عبیرِ محبت ہے نام

ہر اک طاق ہے دل کے سینے مین طاق
نہین دوسرا ایسا بالاتفاق

وہان چوب کی جا ہین تارِ نگاہ
ہے سقفِ مکان ظلِ لطفِ آلہ

وہین بام کو کہتے ہین اوجِ عشق — ہے زینہ اُسی بام کا موجِ عشق
نہ کیون وہ محل ہو حقیقت طراز — کہ ہو نردبان جس کا عشقِ مجاز
ہوا اُس گھر مین کیا حال مشتاق کا — جہان فرش ہو چشمِ عُشاق کا
وہان رکھتا ہے ہر مکانِ رفیع — فضاے تقرب کا صحنِ وسیع
ہر ایوان کی واہ کیا شان ہے — سعادت ہر اِک در کی دربان ہے
ہوا اُس رہ مین پھر کیا نشیب و فراز — جہان فرشِ رہ ہو جبینِ نیاز
کرے کیون نہ رشک اُس گلی کا فلک — بچھائین جہان اپنی آنکھین ملک
لکھون کیا مین اُس شہر کی آب و تاب — کہ ہو ذرہ ذرہ جہان آفتاب
ہے خالی شکایات و آفات سے — بھرا ہے وہ فخر و مباہات سے
وہان پھرنے والون کو یہ عید ہے — کہ ہر نقشِ پا چشمِ امید ہے
یہ گلیون مین ہے روشنی کا وفور — کہ ہر سمت جاری ہے اِک بحرِ نور
مکانون کی تکتے وہ خوش وضع باغ — کہ عاشق کے سینے پہ جس طرح داغ
نسیمِ حیات اُس جگہ کی ہوا — جو مُردے کو زندہ کرے برملا
معطر یہ گلیان وہان کی تمام — کہ تازہ کرین قدسیون کا مشام
جلال و جمال اُسکے شمس و قمر — ازل اور ابد اُسکی شام و سحر

وہاں موسموں کا نرالا ہی ڈھنگ — بدلتے نہیں پر بدلتی ہیں رنگ
جو گرمی ہے تو عشقِ بیدرد کی — جو سردی ہے تو اک دمِ سرد کی
اسی جا تداخل وہیں اعتدال — وہاں فصل کی کچھ نرالی ہی چال
دو رویہ مکانات باآب و تاب — ادہر کا ادہر ہے برابر جواب
عجب شہرِ حیرت کا گنجینہ ہے — کہ جو شے وہاں ہے وہ آئینہ ہے
اگر کوئی جائے وہاں بہرِ سیر — تو ہرگز نہ دیکھے وہ تصویرِ غیر
نظر اسکی جس چیز پر جائیگی — تو اپنی ہی صورت نظر آئے گی
جو کچھ چاہے تو کہہ لے کوئی ہمیں — ہو و قد انا اللہ وہاں کچھ نہیں
عجب شہر ہے حاصلِ دو جہان — کہ رہتے ہیں اربابِ وحدت وہاں
نہ دنیا سے مطلب نہ دیں سے غرض — اگر ہے تو اپنے یقیں سے غرض
عجب شہر آباد و معمور ہے۔ — جو کونین میں فرد مشہور ہے
وہاں کچھ غمِ خیر و شر ہی نہیں — حدوث و قدم کا گزر ہی نہیں
فزون عیش عشرت و عید بے حد و عد — وہاں سب کو حاصل حیاتِ ابد
بسی نفس سے ہے وہاں ہر بشر — ہے وہ مسکنِ قدسیان سر بسر
وہاں نقدِ رائج درود و سلام — غذا سب کی تسبیحِ ربِّ انام

خدا کے کرم سے وہاں کیا نہیں | نہیں تو فقط اک تمنا نہیں
عجب پاک بستی عجب پاک شہر | کہ ہے سر بسر جانِ اور اک شہر
اُسی شہر کا حاکمِ ذوالجلال | وحید۔ واحد۔ وارثِ بے مثال
وہ خلاق و پروردگارِ جہان | وہ عاشق کی روح اور عالم کی جان
رحیم و کریم و قوی و قدیر | لطیف و خبیر و سمیع و بصیر
تجلی وہ بر روئے ہستی جلیل | بہارِ رخِ آفرینش جمیل
بصارت دہِ چشمِ حق الیقین | خجستہ نگارِ ادا آفرین
مسرت دہِ نشۂ جوشِ دل | طراوت فزائے لبِ برگِ گل
منور کنِ عارضِ ماہ و مہر | مثبت کنِ سقفِ بامِ سپہر
تمنا دہِ قلب و ربِّ جواد | مرادِ دلِ عاشقِ بے مراد
صفا بخشِ صبحِ ریاضِ نعیم | بہارِ گلستانِ حسنِ قدیم
نثار آفرینِ دلِ عاشقان | رہ و رسمِ سازِ نہان و عیان
وہ اوصاف میں ذات میں بے نظیر | وہ مشہورِ آفاق مہرِ منیر
اُسے سب نے دیکھا تو بے خلبلا | اُٹھے حسبِ حکمِ شہِ باوقار
وہ اُٹھ کر گلے سب سے ملنے لگا | طبیعت کے مانند کھلنے لگا

سہے اس درجہ گو بیخودی کا اثر	کہ اس کی بھی اُسکو نہین کچھ خبر
مگر دفعتہً خسرو بے نظیر	گیا سجدے مین پیش مہر منیر
وہ شاہنشہ کشور لامکان	امین و مبین مالک دو جہان
یہہ کہنے لگا ای مرے بے نظیر	تو اب تک رہا کس بلا مین اسیر
یہان تو جو ہو چکا ہے ای باصفا	مرے واسطے لیکے آیا ہے کیا
کہا اُس نے ای میرے تاب و توان	بجز عجز کے اور کیا تھا یہان
وہی نذر لایا ہے تیرا فقیر	پر اب جو ہو تیری رضا ای قدیر
یہہ سنکر وہ سلطان رحمت پناہ	اُسے لے گیا ساتھہ با عز و جاہ
ہے اک باغ دولتسرا کے قریب	گئے مل کے اُس مین وہ دونون حبیب
کہا پھر نبی نے ای خجستہ صفات	مفصل بیان کر تو سب واردات
اُسی عالم بیخودی مین وہ مرد	بیان کر گیا سب کا سب حال درد
اُسے ہوش تھا کب کسی بات کا	خدا جانے کس کی زبان سے کہا
جو مفہوم کل ہو گیا دل نشین	یہہ قطعہ پڑہا پیش ارباب دین

قطعہ

کہا ایک دن حضرت پاک نے	کہ جس کا دو عالم مین ہمتا نہین

ریا کار ہین جتنے احباب ہین
زمانے مین اک دست سچا نہین

مناسب ہے اب تجربہ کرکے دیکھ
کہ جز حق کوئی پھیر تھمتا نہین

سبک رو ہو تو مول لی جنس عشق
کہ اس سے گران کوئی سودا نہین

محبت عجب رازِ سربستہ ہے
ہر اک سے کھلے وہ معما نہین

قضا و قدر نے ہی آکر کہا
کہ تقدیر سے کوئی چارا نہین

کہین طے بھی کر منزلِ خاص عشق
کہ یہ عام لوگون کا رستا نہین

جسے چاہے دے منصبِ عشق حق
کچھ اس مین کسی کا اجارا نہین

غرض دل دیا اک دل آرام کو
کہ بے اسکے چین اب بھی اصلا نہین

ملامت جفائین اٹھائین تمام
مگر ہان کسیکا بھی شکوا نہین

نہ سُنتی تھین جو کچھ وہ باتین سُنین
مگر پی گیا کچھ مین کہتا نہین

دیا تھا مجھے بھی یہ حق نے جمال
کہ اب تک کسی پہ جبین کا نہین

وہ کیا لائے گا تابِ برقِ نظر
جسے دیدِ جانان کا لپکا نہین

ہوا اجل کے وہ رنگ روغن سیاہ
وہ کندن سا چہرہ دمکتا نہین

مرا قد ہوا سوکھ کر جیسا خار
کوئی نخل یون خشک ہوتا نہین

تھی جس باغ رخ مین جھلکی بہار
وہان نام اب تازگی کا نہین

ہوا جیسا برباد میرا جمال | گلون کا بھی یون رنگ اڑتا نہین
سنایا محبت سنے اس گل کی یون | کہ وہ ہو کا بھی اب مجھہ پہ میرا نہین
شکستہ دل غم سے ایسی ہوئی | کہ بار تصور بھی اٹھتا نہین
نہ ہم آسمان ہو کہ ہو لامکان | کہان شور فریاد پہونچا نہین
مرے دل سے پوچھے کوئی سوز عشق | کہ حاسد بھی اس طرح جلتا نہین
ہر اک طرح کی قابلیت بھی تھی | اسی سے مقلد کسی کا نہین
بہر نوع ہی علم کا رازدان | مقابل مرے کوئی دانا نہین
یہہ سب فیض ہی رحمت پاک کا | کہ حاصل مجھی فخر کیا کیا نہین
ہوا عشق تو بے خودی آگئی | خیال تجبر کچھہ اصلا نہین
شب و روز ہین صحبتین چند سال | مگر یہ تو گردون کو بھاتا نہین
وہ راہی ہی جو کہ تھے علم دوست | رہے جو انہین شوق اسکا نہین
وہی اب یہ کہتے ہین اللہ کی شان | یہہ پھر کیا ہی جو اسکو سودا نہین
عمل کے ہی طالب بہت کچھہ ہوئے | مگر یہہ تو دستور اپنا نہین
محبت کا کوچہ بہت پاک ہے | وہان دخل مطلق ریا کا نہین
جو ہوتی ہی تیغ دو پیکر اصیل | تو جوہر کسی طرح چھپتا نہین

کرم فیض رحمت سے اللہ کے شکر — وہاں میں مرے پاس کیا کیا نہیں
بتلے بھی اوراد دو چار کو — کہ ان میں کسی طرح دھوکا نہیں
غرض جب یہ مقاصد ہی حاصل ہوئے — تو پھر کیا ہے کچھ میری پروا نہیں
پڑا اس صنم پر ہی اکثر نے سحر — میں پر حرف باطل سے ڈرتا نہیں
کیا فیض رحمت سے ان سب کو دور — وہاں تک گزر اب کسی کا نہیں
کسی کا نہ محتاج تھا میں مگر — بجز امتحان کچھ تمنا نہیں
میں آخر مشا کردہ سامانِ عیش — کہ جس کا کوئی دم بھروسا نہیں
گیا پیشِ احباب ہر شہر میں — کسی نے بھی الفت سے پوچھا نہیں
یہ وہ ہیں جو سمجھے رات دن جان نثار — تسلی بھی دے کوئی اتنا نہیں
کہاں کی صفائی کہاں کا خلوص — کسی کا کوئی دوست حاشا نہیں
بنے وقت کے ہیں یہ سارے رفیق — جو بگڑا کوئی ساتھ دیتا نہیں
اٹھایا غرض دل سے سب کا خیال — کہ جز حق کسی کی تمنا نہیں
یہ سوچا رہوں ایک کا ہو کے اب — غرض کیا وہ اپنا ہی اب یا نہیں
ہے جب تک کہ دل میں تمنائے غیر — کبھی وصلِ دلدار ہوتا نہیں
اگر عشق میں ہو تو قدرت کے ساتھ — کہاں اسکا نظر بن میں جلوا نہیں

مظاہر ہی پیارے کی پیاری زمین — کہ ہر شے مین کب نور اسکا نہین
یہ نیرنگیان اور صناعیان — ان آثار قدرت مین کیا کیا نہین

یہ کس دست قدرت کے ہین یادگار — نہ چاہین لے نہین ہم یہ زیبا نہین
مگر رو کے وہ ذات جس بات سے — خلاف اوسکے ہو کچھ یہ اچھا نہین

مزا دین اوامر کی پابندیان — تو اس سے کوئی بڑھ کے رتبا نہین
یہ سمجھا تو پہونچا مین رحمت کے پاس — ملا فیض سے اُس کی کیا کیا نہین

نہ دنیا کی خواہش نہ دین کی ہوس — جو دیکھا تو جز حق کچھ اصلا نہین
ملے وہ ثوابات مجھکو ملا — بہر حال اب کچھ بھی شکوا نہین

وہ میرے معاصی وہ میرے عیوب — کہ یون حال ابتر کسی کا نہین
جو دیکھے تو رحمت سے کی پھر نظر — اب اون کا گمان تک بھی اصلا نہین

محاسن مین ہر طرح کامل کیا — بہ مجھے کون سا حسن بخشا نہین
کیا خاص رحمت سے پھر منتظر — کوئی دوست ایسا کسیکا نہین

مجھے جو دیا وہ دیا بے ریا — غرض اُن کی کچھ اس مین حقا نہین
کہا مجھ سے کیون تجربہ کر لیا — کہ کوئی محبت کا پورا نہین
ذرا غور سے دیکھ حال جہان — کہ یہ جائے سیر و تماشا نہین

ہین جتنے کہ آثارِ ہستی میان — یہ سب نیست ہین اس بن وہ کچھ نہین
محبت اگر ہے تو ہو بے ریا — کسی کا یہ جز تیرے حصا نہین
بہت سخت ہے الفتِ بے ریا — کوئی پاؤن اس رہ مین دہرتا نہین
مصائب کو تیرے مین سمجہا ہون — ترے حال پر لطف کیا کیا نہین
جسے میرے اقوال پر ہے یقین — تو شک اس کو کچہ اسمین جانا نہین

کہ تو عشق بازی مین ہے بے نظیر
کوئی مثل اس فن مین تیرا نہین

نہ پھنسنا دامِ اہلِ ہوس مین کبھی — کہ ان کو خدا پر بھروسا نہین
یہہ اپنے ہی مطلب کے سب یار ہین — غرض اور کچہ ان کو چاہتا نہین
سمجھ خود ہوا تجربہ اس کا اب — یہ ظاہر ہے کچہ اس مین اخفا نہین

ہین راحت کے سب دوست اے بے نظیر
مصیبت مین کوئی کسیکا نہین

کیا مہر نے سُن کر سب داستان — کہ مجھہ پر عیان تھا یہ رازِ نہان
مگر مصلحت سے یہی اے نگار — کہ یہ بھید ہو سب پر اب آشکار
نہ تا لوگ بھٹکین ادہر اور ادہر — تو لکھہ سارے قصے کو با آبِ زر

یہ قصہ ہمیں اپنی ہی دید ہے — چراغ رہِ عیشِ جاوید ہے

طلب کر کے فوراً دوات و قلم — کیا قصۂ عشق اُس نے رقم

ہوا پڑھ کے خوش مہرِ عالی تبار — گلے سے لگایا اُسے بار بار

مِلا اُس سے یوں بات کی بات میں — کہ دونوں ہوئے وصل اک ذات میں

تعیّن کا پردہ اُٹھا جب وہاں — تو کوئی نہ حاجب رہا درمیاں

تمیز و تعدد کے بھولے صفات — یہاں تک نہ باقی رہی قیدِ ذات

جو آئے ارکینِ دولت تمام — پڑھا مہر نے وہ خجستہ کلام

باصرار کہنے لگا پھر وہ شاہ — کہ اندر یقین سب ہے یہ کلامِ الٰہ

پڑھے جو سمجھ کر اسے ایک بار — تو ہووے ولی صاحبِ اختیار

کہا سب نے صدقت یا شاہِ دین — جسے شک ہو زندیق ہے بالیقین

مگر اِس کی تاریخ بھی ہو ضرور — کہ تا یہ رہے یادگارِ حضور

ہوا یوں کہ ہر زیر شاہِ امین — کوئی قطعہ لکھدے نوائے حزین

قطعہ

بحقِ محمدٌ ندیمٍ کریم — بمرشدِ ہو ہادی الثقلین

جعلنی النبی عدیم النظیر — ولی دائماً فی مرادی معین

وہ حریت یا ایہا العاشقون — اُمرتُ بارِدُو لسانٍ متینٍ
کبتت کیا با و لن تبعکوا — دلیلاً الی الخیرِ فی کُلِّ حینٍ

مرزا محمد حسین

فان یسئلوا انی اتول سنہ
ہو اللہ ہذا کتاب مبین
سنہ ۱۳۱۳ ہجری

سنہ ۱۳۱۴ ہجری قدسی

بسم اللہ

اشتہار

چونکہ اس کتاب کی ہر دو گورنمنٹ انگلشیہ اور گورنمنٹ نظام مین باضابطہ رجسٹری ہو چکی ہے اور سارے حقوق محفوظ ہین لہذا کوئی صاحب بلا باضابطہ تحریری اجازتِ مصنفِ عالیجناب قصدِ طبع نہ فرمائین اور جس کتاب پر مہر و دستخط شریف مصنفِ عالیجناب سلمہ تعالیٰ وہاب کے نہ ہون وہ مالِ مسروقہ متصور ہے

المشتہر

خشو خان مالک مطبع

صاحب دکن

غلط نامه

[illegible]

ص	س	خطا	صحیح	ص	س	خطا	صحیح	ص	س	خطا	صحیح	ص	س	خطا	صحیح
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]



عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

حافظ صاحب